

مستدیی کو امام کے پیچھے
قرأت نہیں کرنی چاہیے

اس موضوع پر بہترین کتاب

اطیب الکلام

ملخص

احسن الکلام

تالیف

مولانا حافظ عبدالحق خان زاہد
مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند

مکتبہ صفلا کیٹ

نزد گھنٹہ گھر گوجرانولہ

﴿جملہ حقوق بحق مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ محفوظ ہیں﴾

نام کتاب اطیب الکلام
مصنف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر
طبع ہفتم جنوری ۲۰۰۵ء
تعداد گیارہ سو (۱۱۰۰)
قیمت ۲۱ / روپے
مطبع مکی مدنی پرنٹرز لاہور
ناشر مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

﴿..... ملنے کے پتے﴾

- ☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
- ☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
- ☆ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
- ☆ مکتبہ حلیمیہ جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی نمبر ۱۶
- ☆ مکتبہ امدادیہ ملتان
- ☆ مکتبہ حقانیہ ملتان
- ☆ مکتبہ مجیدیہ ملتان
- ☆ کتب خانہ رشیدیہ راولپنڈی
- ☆ اسلامی کتب خانہ ایبٹ آباد
- ☆ مکتبہ صدیقیہ حضروانک
- ☆ مکتبہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۱	مولانا عبد الصمد غیر مقلد	۵	پیش لفظ
"	القرآن کا اولین مصداق سبۃ فاتحہ ہے	۱۱	سبب تالیف
۳۲	باب دوم مرفوعہ حدیث	۱۷	باب اول نص قرآنی
"	پہلی حدیث	"	آیت وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْمِعْ السَّمْعَ
۳۵	دوسری حدیث	۱۸	نزول قرآن خلف الامام کا مسئلہ ہے
۳۶	تیسری حدیث	"	حضرت ابن مسعودؓ سے اس کی تفسیر
۳۷	چوتھی اور پانچویں حدیث	۱۹	" " " " عباسؓ
۳۸	" چھٹی	۲۱	حضرت مجاہدؓ ابن مسیبؓ بن بصریؓ
۳۹	" ساتویں	۲۲	امام زمریؓ سے اس کی تفسیر
۴۰	" آٹھویں اور نویں	۲۲	" عبید بن عمیرؓ اور عطاءؓ
۴۱	" دسویں	۲۳	محمد بن کعب القرظیؓ اور بعض دیگر حضرات
۴۲	" گیارھویں	"	سے اس کی تفسیر
۴۲	" بارھویں اور تیرھویں	۲۴	امام ابن جریرؓ اور بغویؓ
۴۵	" چودھویں	۲۵	" زحشریؓ
۴۶	" پندرھویں اور سولہویں	۲۶	بیضاویؓ اور ابن کثیرؓ
۴۷	" سترھویں اور اٹھارھویں	۲۷	علامہ ابوالسعودؓ
۴۸	" انیسویں	۲۸	" ابوسبیؓ اور ابن عبد البرؓ
۴۹	" بیسویں	۲۹	حافظ ابن تیمیہؒ

پیش لفظ

۱۱) غیر مقلدین حضرات نے عرصہ سے علماء احناف کو عوام میں بدنام کرنے اور عوام کو ان سے بدظن کرنے کے لیے جن فروعی اور اختلافی مسائل کا سہارا لیا ہے ان میں فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ سرفہرست ہے یہ مسئلہ اور دوسرے نزاعی مسائل کوئی نئے نہیں ہیں بلکہ ابتداء ہی سے چلے آ رہے ہیں لیکن جب سے غیر مقلدین حضرات نے ان میں غلو سے کام لینا شروع کیا ہے تو اس وقت سے صورت حال مختلف ہو گئی ہے پہلے یہ اختلافات اور خصوصیتیں فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ صرف علماء فقہاء اور محدثین تک ہی محدود تھے اب فرقہ اپنے اپنے انداز فکر کے مطابق سوچتا سمجھتا تحقیق کرتا اور اس پر عمل کرتا تھا اس کے باوجود دوسرے فرقے اور اس کے اختیار کردہ مسلک کا دل سے احترام ہوتا تھا ان فروعی اختلافات کی آڑ میں ایک دوسرے پر طعن و تشنیع سے گریز کیا جاتا تھا اور ایک دوسرے کے خلاف تعصب آمیز مہم نہیں چلائی جاتی تھی۔ لیکن اب معاملہ اس کے برعکس ہے اب

اختلاف کی حدود علماء اور فقہاء سے تجاوز کر کے عوام تک وسیع ہو چکی ہیں عموماً فریق مخالفت اور اس کے اختیار کردہ مسلک کا احترام دل سے اٹھ گیا ہے۔ برسر عام ایک دوسرے پر طعن و تشنیع کی جاتی ہے اور ان اختلافات کا سہارا لے کر دوسروں پر گمراہ، جہنمی، فرقہ ناجیہ سے خارج اور فی النار و فی السقر کے فتوے جڑے جاتے ہیں وہ اختلافات جو علماء و فقہاء کے علم و نظر میں وسعت پیدا کرنے کے محرک ہوتے تھے اور امت کے لیے رحمت ہوا کرتے تھے افسوس کہ وہ آج زحمت بن چکے ہیں۔

(۲) اس عظیم انقلاب کا پس منظر غیر مقلدین حضرات کا وہ تعصب اور علما احناف سے ان کا وہ بغض اور عناد ہے جو انہیں کسی بھی لمحہ چین سے نہیں بیٹھنے دیتا۔ اس وقت جب کہ ہندوستان کے علماء احناف تحریک آزادی کی قیادت کر رہے تھے اور سرزمین ہند کو ظالم فرنگی کے پنجہ استبداد سے چھڑانے میں مصروف تھے غیر مقلدین حضرات نے (خدا جانے کس مصلحت کے تحت) ان فروعی اختلافات کی آڑ لے کر اور خصوصاً تقلید اور فاتحہ خلف الامام وغیرہ کے مسئلہ کو موضوع بحث بنا کر علما احناف کے خلاف طوفان بپا کر دیا اور بیسیوں کی تعداد میں کتابیں رسالے اور پمفلٹ ملک کے گوشے گوشے میں پھیلا دیے کہ مقلدین اور خصوصاً احناف سنت کے پیروکار نہیں ہیں یہ اماموں کے اندھے اور کورے مقلد ہیں اور احناف تو سر اسر سنت کے خلاف چلتے ہیں رفع یدین یہ نہیں کرتے، اماموں کے پیچھے فاتحہ یہ نہیں پڑھتے

وغیرہ وغیرہ اس لیے یہ گمراہ ہیں اور فرقہ ناجیہ سے تو قطعی طور پر خارج ہیں اور ناجی فرقہ صرف اہلحدیث ہے باقی سب فی النار والسقر ہیں۔ غرضیکہ مقلدین اور خصوصاً احناف کی یہ مفروضہ غلطیاں اور عیوب جو بارہ سطور پر بس تک کسی کے نزدیک موجب تکفیر و تفسیق نہ تھے ان حضرات پر چشمِ ذول میں منکشف ہو گئے اور ان کے خلاف ہر قسم کے بے محل فتوے صادر کرنے میں ان کو لطف محسوس ہوا۔

(۳) اول تو علماء احناف نے ان کی سرگرمیوں پر خاموشی اختیار کی لیکن جب یہ یقین ہو گیا کہ یہ لوگ ان سرگرمیوں سے باز آنے والے نہیں اور جب یہ لوگ تمام مذہبی، اخلاقی اور اخلاقی حدود سے تجاوز کر گئے تو علماء احناف کو بھی مجبوراً محض دفاع کی خاطر میدان میں آنا پڑا اور علامہ ظہیر احسن شوقِ نیموی، مجاہد کبیر حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری فقیہ وقت حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب اور حضرت مولانا کرم الدین صاحب دبیر نے اس فتنہ کا تقریری اور تحریری طور پر مقابلہ کیا اور علمی دنیا میں غیر مقلدین حضرات کی حقیقت واضح کر دی اور ثانی الذکر دو بزرگوں نے تو فاتحہ خلف الامام اور دیگر بعض مسائل میں میدانِ مناظرہ میں انہی عظیم شکست دی کہ غیر مقلد مناظرین کو پھر دوبارہ ان بزرگوں کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہو سکی لیکن اس امر کا احساس بڑی شدت اختیار کرتا چلا جا رہا تھا کہ ان مسائل کے متعلق چند کتابیں ایسی تحریر کی جائیں جن میں ان مسائل کے تمام مباحث تفصیلی طور پر جمع ہو جائیں اور متلاشیانِ حق کو تمام مباحث یکجا فراہم ہو سکیں۔

(۴) چنانچہ اسی ضرورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے والد محترم محقق وقت حضرت مولانا محمد رفیع خاں صاحب صفحہ دامت برکاتہم شیخ الحدیث مدرسہ نصرت العلوم گوہر النوالہ نے فاتحہ خلف الامام کے موضوع پر ایک خالص علمی اور تحقیقی کتاب "احسن الکلام فی عدم وجوب قراءة الفاتحة خلف الامام" دو جلدوں میں تحریر فرمائی، اس کتاب کا علماء کرام، فقہاء عظام اور محدثین نے پر جوش خیر مقدم کیا اور اس کو انتہائی پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور اکابر محدثین نے زوردار الفاظ میں تعریف لکھ کر اس کی تائید فرمائی اور علمائے اس کی بے انتہا تعریف کی لیکن غیر مقلدین حضرات اس کتاب کے منظر عام پر آنے سے بے حد سنجیدہ ہوئے اور ان کے عزام کی وہ خوشنما عمارت جو عرصہ سے وہ تصور میں قائم کئے ہوئے تھے دھڑام سے زمین پر آ رہی چنانچہ اس کتاب کا جواب لکھنے کے لیے کافی لوگوں نے ہاتھ پاؤں ہلائے لیکن اس کتاب کا دائرہ اثر بجائے تنگ ہونے کے دن بدن وسیع ہونا چلا گیا اور جن لوگوں نے اس کے جوابات شائع کئے تھے ان کے جوابات خود اپنی ناکامی پر مصنفین کا منہ تنکے رہ گئے، اب اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن کی تیاری کی جا رہی ہے اور اس کا دوسرا ایڈیشن انشاء اللہ تعالیٰ ترمیم و اضافات کے ساتھ عنقریب منصفہ شہود پر جلوہ گر ہو رہا ہے جس میں احسن الکلام کا جواب لکھنے والوں کے جوابات کا خوب جائزہ لیا گیا ہے۔

۱۵۱ ملک کے چند اکابر علماء نے حضرت والد محترم دامت فیوضہم کو مشورہ دیا کہ

ایک تو یہ کتاب خالص علمی رنگ میں لکھی گئی ہے جس سے علماء اور طلبہ ہی صحیح طور پر مستفید ہو سکتے اور عوام الناس اس سے خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں کر سکتے اور دوسرا یہ کہ یہ کتاب بہت ضخیم ہے جسے ہر کوئی شخص پڑھ بھی نہیں سکتا اس لیے عوام کے لیے محض نفس مسئلہ اور اس کے ضروری مباحث پر مشتمل ایک چھوٹا سا رسالہ اس کتاب سے ملخص کر کے شائع کرنا چاہیے تاکہ علماء کی طرح عوام بھی اس مسئلہ کی حقیقت کو سمجھ سکیں اور غیر مقلدین حضرات نے عوام میں جو غلط فہمیاں پھیلا رکھی ہیں ان کا ازالہ ہو سکے۔

حضرت مدظلہ نے بارہا اس کام کے کرتے کا ارادہ فرمایا لیکن ان کی بے حد مصروفیات نے ان کو اس بات کی اجانت نہ دی اور کام بھی چونکہ بہت ضروری اور عجلت طلب تھا اس لیے احقر نے اس عظیم کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے باوجود اپنی علمی و عملی بے مایوسی کے بیڑا اٹھایا اور محض خداوند قدوس کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کام کا آغاز کیا اور اللہ جل جلالہ و عظم لہ کے فضل و کرم کے ساتھ اس رسالہ کو مکمل کیا اس رسالہ میں جتنے مباحث ہیں وہ احسن الکلام ہی سے اخذ کئے گئے ہیں اگرچہ بعض مقامات پر ترتیب ایک ضروری مصلحت کے پیش نظر بدل دی ہے اور بعض جگہوں پر عبارت میں اجمال و تفصیل سے بھی کام لیا گیا ہے لیکن اس کا تانا بانا احسن الکلام ہی سے تیار کیا گیا ہے اس کتابچہ میں سند اور روایت کی توثیق و جرح پر اور نیز دیگر اعتراضات اور ان کے جواب

پر کوئی بحث نہیں کی گئی وہ جس صاحب ذوق نے دیکھنی ہو تو اصل کتاب
 احسن الکلام میں دیکھے ہاں صرف باحوالہ مسئلہ اس کتابچہ میں پڑھ لے۔
 قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ حضرت والد محترم مدظلہ کی صحت
 اور درازی عمر کے لیے دعا کریں اور اس حقیر کے لیے دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ
 اس حقیر پر تقصیر کو علم نافع اور عمل صالح کی دولت عظمیٰ سے نوازے اور دین حق
 کی اور علماء کرام کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین
 ثم آمین۔

خاکپائے علماء و اخاف
 حقیر پر تقصیر حافظ محمد عبدالمبین خاں زامہ
 متعلم مدرسہ نصرت العلوم گوہر الزوالہ

۹ صفر ۱۳۸۵ھ

۱۰ جون ۱۹۶۵ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ
 وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِیْنَ ۝

سبب تالیف

عالم انسانی میں ہر چیز کا وجود اسباب و علل اور دواعی و محرکات کے وجود پر موقوف ہے جب تک علت وجود اپنے تمام لوازم و دواعی کے ساتھ معرض وجود میں نہ آجائے کسی چیز کا عالم وجود میں آنا ممکن نہیں اگرچہ مسئلہ قرأت خلف الامام اپنے مثبت یا منفی پہلو کے لحاظ سے عمدہ صحابہ کرامؓ سے لے کر تا مہنوز بحث و تحقیق اور تطبیق و ترجیح کا محتاج رہا ہے اور ہر فریق نے اپنی صواب دید کے مطابق اس کے حرم یا بیح پہلو پر خامہ فرسائی کی اور دلائل کو اجاگر کر کے اپنے مسلک کی تائید اور دوسرے فریق کو جواب دیا ہے مگر کتاب احسن الکلام کو اس خاص شکل و صورت اور ترتیب و دلائل کے ساتھ پیش کرنے کا بڑا سبب فریق ثانی کی حد سے زیادہ تجاوز اور گرم گفتاری ہے اور گویا ہم یہ کہنے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ ۔ ع

اے باد صبا ایس ہمہ آوردہ ٹسٹ!

غیر مقلدین حضرات کا یہ دعوئے ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتا اس کی نماز بالکل نہیں ہوتی اور بعض نے تو یہاں تک تجاوز کیا ہے کہ جملہ احناف کو بے نماز اور مفسدین صلوٰۃ کے خطاب سے نوازا ہے چنانچہ ان حضرات کی تعدی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب (المتوفی ۱۳۷۵ھ) لکھتے ہیں کہ ”بالخصوص قسم کھا کر کہے کہ حنفیوں کی نماز نہیں ہوتی اور ان کی بیبیوں سے غیر مقلدین کو بلا طلاق نکاح جائز ہے“ (تنقیح الثقیف ص ۳۵) اور ایک غیر متقدم منصف مزاج عالم لکھتے ہیں کہ ”اول تحریر ایک ہمارے ہی علماء اہلحدیث کی پرچہ تنظیم میں طبع ہوئی تھی جس میں مولانا موصوف نے مدرک رکوع کے اعتداد والوں کو مخد فی النار تک کا حکم صادر فرما دیا تھا نتیجہ اس طرح نکالا تھا کہ مدرک رکوع سے فاتحہ مفقود ہوتی ہے لہذا اس کی نماز نہیں جس کی نماز نہیں وہ بے نماز ہے بے نماز کافر ہے لہذا مخد فی النار ہے (بلفظہ) بحوالہ اتمام الركوع فی ادراک الركوع ص طبع کردہ مینجر رسالہ صحیفۃ اہلحدیث صدر دہلی۔

اور اب کراچی سے ایک کتابچہ بنام ”فصل الخطاب فی قرأۃ فاتحۃ الكتاب“ کتب خانہ اہلحدیث ۱۱۹ نیو کلا تھ مارکیٹ کراچی کی طرف سے شائع ہوا ہے جس میں انتہائی فراخ دلی سے روئے زمین کے احناف کو انعامی چیلنج کیا گیا ہے اور روئے زمین کی چیدہ چیدہ ہستیوں کو لکارا گیا ہے اس چیلنج کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

انعامی چیلنج۔ تمام دنیا کے حنفی حضرات کو کھلا اور انعامی چیلنج دیا جاتا ہے جیسا کہ ہم اہم حدیث امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کا خاص لفظ حدیث مرفوع صریح صحیح حسن بحوالہ صحاح ستہ وما وافق بہا دکھاتے ہیں ایسا ہی وہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کے نہ پڑھنے کا خاص لفظ حدیث مرفوع صریح صحیح حسن سے بحوالہ صحاح ستہ وما وافق بہا دکھا دیں تو ہم ان کو اس حق محنت وادہمت تمنعہ صداقت کے صلہ میں فاتحہ کے ہر حرف کے بدلے میں مبلغ ایک سو روپیہ دینے کو تیار ہیں انشاء اللہ، کیا ہے روئے زمین پر کوئی زندہ دل حنفی جو میدان مناظر میں کودے اور امام کے پیچھے خاص لفظ فاتحہ کے نہ پڑھنے کا دکھا کر مبلغ پانچ سو روپیہ کا انعام حاصل کرے دیدہ باید۔

اس انعامی چیلنج کو شائع کئے ہوئے آج تیرہ سال سے زائد کا عرصہ ہو چکا ہے اور تقریباً یہ چیلنج بارہ ہزار کی تعداد میں طبع کر کے علماء اور حملہ کے ہاتھوں میں پہنچا چکے ہیں۔ دیوبند، ڈابھیل اور ہندوستان و پاکستان کے احناف کے بڑے بڑے مدارس میں بھی پہنچ چکا ہے احناف کے مقتدر علماء مفتی کفایت اللہ صاحب مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی خدمت میں پیش ہو چکا ہے لیکن اس وقت تک کسی حنفی کو یہ جرأت نہیں ہوئی اور نہ ہی آئندہ ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ کہ وہ دنیا کی کسی کتاب سے ایک حدیث ہی موجب شرائط مندرجہ درجہ چیلنج پیش کر کے انعام حاصل کرنے کے علاوہ مذہب حنفی پر احسان کرنا لیکن کرتا کہاں سے جب کہ اس طرح ایک

حدیث کسی دنیا کی اسلامی کتب میں موجود نہ ہو اور یقیناً نہ ہو اور انتہی بلفظہ فصل الخطاب
 ص ۱۷۷) اس شاہی اور فرائد لائے النعامی چیلنج کے بعد اسی کتابچہ کے آخری صفحہ
 پر یہ اعلان ان الفاظ سے دہرایا گیا ہے: "تمام دنیا کے علماء احناف کو کھلا چیلنج :-

ہم تمام علماء احناف ہند، سندھ، پنجاب، بنگال، خراسان، عربستان
 چین، جاپان، افریقہ، امریکہ، آسٹریلیا، یورپ، مصر، عراق وغیرہ کو بذریعہ چیلنج و
 اشتہار ہذا کے دعوت دیتے ہیں کہ ان مسائل مندرجہ ذیل کو کسی آیت یا حدیث
 صحیح مرفوع متصل سے اور وہ حدیث جس مسئلہ کے ثبوت میں پیش کریں
 نص صریح صحاح و ما وافق بہا سے ثابت فرمادیں تو ہم ان
 کو اس حق محنت، داد ہمت، تمغہ صداقت کے صلہ میں ہر آیت اور ہر
 حدیث کے بدلہ میں پچیس روپیہ انعام دیں گے انشاء اللہ۔

۱۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقتدیوں کو فاتحہ سے منع کرنا۔

(پھر نو عدد مسے لکھ کر اور تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ تحریر فرما کر بحث کو اس
 اعلان پر ختم کیا ہے) هَلْ مِنْ مَبَارِزٍ بَارِزُنِي۔ یعنی کیا ہے روئے زمین پر کوئی
 زندہ دل اور خوش نصیب حنفی بھائی جو میدان میں کودے اور ہم سے سینکڑوں
 روپیہ کا انعام حاصل کرے دیدہ باید انتہی بلفظہ (فصل الخطاب) اور اب فصل الخطاب
 ص ۱ کے جدید اڈیشن میں یہ دعوے کیا گیا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے ہر رکعت میں
 سورۃ فاتحہ پڑھے اس کی نماز ناقص ہے۔ کالعدم ہے بیکار ہے اور باطل ہے

(بلفظہ) مشہور غیر متقلد مولوی ابوالشکور عبدالقادر صاحب حصار دی لکھتے ہیں کہ۔

حق مذہب اہل حدیث ہے اور باقی جھوٹے اور جہنمی ہیں تو اہل حدیثوں پر واجب ہے کہ ان تمام گمراہ فرقوں سے بچیں (بلفظہ سیاحتہ الجنان بنا کتہ اہل الایمان ص ۱۷) اور نیز لکھا ہے کہ متقلدین حنفیہ کے ہر دو فرقے دیوبندی اور بریلوی بلاشبہ گمراہ ہیں اور اہل حدیثوں جیسے مسلمان نہیں (ایضاً ص ۱۷) اور پھر لکھا ہے کہ خواص تو جانتے ہیں میں عوام کی خاطر کچھ عرض کرتا ہوں کہ متقلدین موجودہ دس وجہوں سے (جن میں ایک ترک القراءۃ خلف الامام بھی ہے) گمراہ ہیں اور فرقہ ناجیہ سے خارج ہیں جن سے مناکحت جائز ہے (بلفظہ ص ۱۷) اور پھر آگے لکھا ہے کہ سچا فرقہ اور ناجیہ المحدث ہے باقی سب فی النار والسقر ہیں لہذا مناکحت فرقہ ناجیہ کی آپس میں ہونی چاہیئے اہل بدعت سے نہ ہونا کہ مخالفت لازم نہ آئے (بلفظہ ص ۲۳) یہ اور اس قسم کے دیگر اقتباسات کو پیش نظر رکھ کر پڑھے آدمی کو ضرور شبہ ہو جاتا ہے کہ حنفی معاذ اللہ گمراہ ہیں اور ان کی گمراہی کے مسائل میں سے ایک مسئلہ ترک القراءۃ خلف الامام بھی ہے اس مجبوری کے پیش نظر ہم نے یہ کتاب سہل زبان میں لکھی ہے تاکہ منصف مزاج حضرات خود فیصلہ کر لیں کہ حق کس کے ساتھ ہے۔

فریق ثانی کے تیرھویں صدی ہجری کے وکیل عظیم مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکپوری (المتوفی ۱۳۵۲ھ) جن کی کتاب تحقیق الکلام پر فریق ثانی کے مسئلہ زیر بحث پر مناظرہ کا دار و مدار ہے۔ امام خطابی (المتوفی ۳۸۸ھ) کے حوالہ سے لکھتے ہیں

کہ اس مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کا اختلاف تھا ایک گروہ قرأت خلف الامام کا قائل
 اور دوسرا گروہ منکر تھا اسی لئے فقہاء کرامؒ اور ائمہ دینؒ کا بھی اس میں اختلاف ہے
 ایک طائفہ مطلقاً وجوب کا قائل ہے اور دوسرا مطلقاً ممانعت کا اور تیسرا گروہ
 سری نمازوں میں قائل ہے اور جہری میں قائل نہیں ہے (محصلہ تحفۃ الاحوذی
 جلد ۲۵) اندر میں حالات انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ فریق ثانی جس پہلو کو حق
 اور صحیح سمجھتا شدت کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہوتا لیکن اس اختلافی مسئلہ میں
 دوسروں کی تکفیر و تفسیق ہرگز نہ کرتا اور ان پر تعدی و تجاوز سے گریز کرتا مگر آپ
 دیکھ چلے ہیں کہ وہ تو ان کو دمعاذ اللہ نرا گمراہ اور ناجی فرقہ سے ہی خارج نہیں کر
 سکتے بلکہ ان کو فی النار والمقرر کر کے ہی خوشی محسوس کرتے ہیں (العیاذ باللہ) اور بائیں
 ظلم و جور فریق ثانی سلف صالحینؒ کی محبت کا دم بھرتا ہے اور عوام کو یہ باور کرا رہا
 ہے کہ سنت صحیحہ صرف مجھے الاٹ ہے اور اس کا بلا شرکت غیرے واحد ٹھیکیدار
 ہی میں ہوں اور مجھے ہی دین کا غم ہے۔ فوا اسفا۔

کیا ننخوار نے رسوا لگے آگ اس محبت کو
 نہ لائے تاب جو غم کی وہ میرا زواں کہیں



باب اول

اصل دین آمد کلام اللہ معظم و اشتن
پس حدیث مصطفیٰ بر جان مسلم و اشتن

اہل اسلام پر یہ بات مخفی نہیں کہ قرآن کریم کو قطعیت اور یقین کا جو درجہ حاصل ہے وہ دنیا میں کسی اور کتاب کو ہرگز حاصل نہیں ہے اس لحاظ سے جس مسئلہ پر قرآن کریم کی کسی آیت سے روشنی پڑتی ہو وہ مسئلہ کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔ اور جس گروہ کے ہاتھ میں قرآن پاک کی آیت بطور دلیل موجود ہو وہ یقیناً برحق ہوگا۔ بحمد اللہ تعالیٰ جمہور اہل اسلام کے پاس امام کے پیچھے ہر قسم کی قرأت ترک کرنے کے بارے میں نص قطعی موجود ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ
وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔
اور جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کی طاعت
کان لگاٹے رہو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم ہو۔

دپ اعراف (۴)۔

جمہور اہل اسلام کا بیان ہے کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسئلہ قرأتہ خلفاً پر روشنی ڈالی ہے کہ جب امام قرآن کریم کی قرأت کر رہا ہو تو اس وقت مقتدیوں کا وظیفہ صرف یہ ہے کہ نہایت توجہ کے ساتھ اس کی طرف کان لگائے رکھیں اور خود خاموش رہیں امام کا وظیفہ قرأت کرنا اور مقتدیوں کا وظیفہ صرف استماع اور انصاف یعنی توجہ کرنا اور خاموش رہنا ہے۔

اس آیت کی تشریح میں پہلی روایت امام ابن جریرؒ اس المفسرین حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے اس آیت کی تفسیر یوں نقل فرماتے ہیں کہ:

صَلَّى ابْنُ مَسْعُودٍ فَسَمِعَ اَنَاسًا يَقْرَأُ مَعَ الْاِمَامِ فَلَمَّا انْقَضَتْ قَالَ اَمَّا اَنْ لَّكُمْ اَنْ تَفْهَمُوا اَمَّا اَنْ لَّكُمْ اَنْ تَعْقِلُوا اَوْ اِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَاَنْصِتُوا لَكُمْ اَمْرُكُمْ
حضرت ابن مسعودؓ نے نماز پڑھی سو انہوں نے چند آدمیوں کو امام کے ساتھ قرأت کرتے سنا جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ تم عقل اور سمجھ سے کام لو اور جب قرآن کی قرأت ہوتی ہو تو تم اس کی طرف توجہ کرو اور خاموش رہو

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

یہ صحیح روایت وضاحت سے یہ بات ثابت کرتی ہے کہ پڑھنے والے امام کے پیچھے قرأت کر رہے تھے اور حضرت ابن مسعودؓ نے ان کو عقل و فہم سے کام

نہ لینے پر تنبیہ فرماتے ہوئے امام کے پیچھے قرأت سے منع فرمایا اور یہ بات بھی عیاں کر دی کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو استماع اور انصات کا حکم دیا ہے جو امام کے ساتھ اس کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے ہوں۔ اور یہی حضرت ابن مسعودؓ ہیں جو کتاب اللہ کے عالم ہونے میں تمام صحابہ کرامؓ حتیٰ کہ خلفاء راشدینؓ سے بھی بڑھے ہوئے تھے اور جن کو ہر سورت اور ہر آیت کا شان نزول بخوبی معلوم تھا۔

دوسری روایت :- حضرت امام بیہقیؒ کتاب القراءة میں حضرت ابن مسعودؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ :-

قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فِي الْقُرْآنِ خَلْفَ
إِلَى مَا أُنِصْتُ لِقُرْآنٍ كَمَا
أُمِرْتُ فَإِنَّ فِي الْقُرْآنِ لَشُعْلَاءَ وَ
سَيَكْفِيكَ ذَلِكَ إِذَا مَاؤُ -
(کتاب القراءة ص ۷۳)

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے خاموشی اختیار کرو جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے کیونکہ خود پڑھنے سے امام کی قرأت سننے سے آدمی رہ جاتا ہے اور امام کا پڑھنا ہی تمہارے لیے کافی ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ کی یہ روایت بھی صحیح ہے اور خطاب ان لوگوں کو ہے جو امام کے پیچھے قرأت کر رہے تھے جیسا کہ الفاظ سے ظاہر ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ (رضی اللہ عنہ) سے اس آیت کی تفسیر میں متعدد روایات مروی ہیں مگر اس جگہ ہم صرف دو روایتیں نقل کرتے ہیں۔

پہلی روایت: حضرت امام بیہقی کتاب القراءۃ میں نقل فرماتے ہیں کہ۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى
وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ
وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ
يَعْنِي فِي الصَّلَاةِ الْمَفْرُوضَةِ۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آیۃ کریمہ وَاِذَا
قُرِئَ الْقُرْآنُ الْحَرَامُ فرضی نماز کے بارے
میں نازل ہوئی ہے۔

(کتاب القراءۃ ص ۳۷)

حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کا مفہوم واضح ہے کہ اس آیت میں
استماع اور انصات کا جو حکم آیا ہے وہ شان نزول کے اعتبار سے صرف فرضی
نمازوں کو شامل ہے گو غیر فرضی نمازوں (نماز عید و تراویح وغیرہ) اور خطبہ کو
بھی عموم الفاظ کے لحاظ سے یہ شامل ہے۔

دوسری روایت: حضرت امام بیہقی کتاب القراءۃ میں نقل فرماتے ہیں
کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ۔

الْمُؤْمِنُ فِي سَعَةِ مِّنَ الْإِسْتِمَاعِ
إِلَيْهِ إِلَّا فِي صَلَاةٍ مَّفْرُوضَةٍ
أَوْ الْمَكْتُوبَةِ أَوْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ أَوْ
يَوْمِ الْفِطْرِ أَوْ يَوْمِ الْأَضْحَىٰ يَعْنِي وَإِذَا
قُرِئَ الْقُرْآنُ الْحَرَامُ (کتاب القراءۃ ص ۳۷)
آیت وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ الْحَرَامُ کے پیش نظر مومن
پر کوئی پابندی نہیں کہ وہ سنے یا نہ سنے مگر
فرضی نماز، نماز جمعہ، عید الفطر اور عید
الاضحیٰ کے موقع پر اس کے لیے کوئی گنجائش
نہیں ان حالات میں تو بہر حال اس کیلئے

استماع اور انصاف ضروری ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کی سابق روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ آیہ کریمہ مذکورہ کا شان نزول فرضی نماز ہے اور اس روایت میں وہ عموم الفاظ کے پیش نظر خطبہ جمعہ اور عیدین کی نمازوں کو بھی شامل کرتے ہیں اور ان سب کا حکم بھی استماع اور انصاف بیان فرماتے ہیں۔

حضرت مجاہد بن جبرؓ (المتوفی ۲۰۲ھ) اس آیہ کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ اس آیت کا شان نزول نماز ہے یعنی انصاف اور استماع کا حکم امام کے پیچھے نماز ادا کرنے والوں کے لیے ہے (کتاب القراءة ص ۷۲)۔

حضرت سعید بن مسیبؓ (المتوفی ۹۴ھ) بھی اس آیہ کریمہ کا شان نزول نماز ہی بیان فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ الصَّلَاةِ یعنی یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے (کتاب القراءة ص ۷۵)۔

حضرت حسن بصریؓ (المتوفی ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں کہ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لِمَا يَقُولُ الرُّسُلُ الَّتِي يُرْسِلُ فِيكُمْ مِنْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُفْهَمُونَ (کتاب القراءة ص ۷۵)۔

حضرت امام زہریؓ (المتوفی ۲۴۰ھ) فرماتے ہیں کہ :-

لَا يَقْرَأُ مَنْ وَرَاءَ الْإِمَامِ فِيمَا يَجْهَرُ
فِيهِ إِلَّا بِمَا تُكْفِيهِمْ قِرَاءَتُهُ
امام کے پیچھے جہری نمازوں میں قہقی
کو قراۃ کرتے کی مطلقاً گنجائش نہیں ہے

امام کا پڑھنا ہی مقتدی کو کافی ہے چاہے
مقتدی کچھ بھی نہ سنتا ہو اس کو نہ جہر سے
پڑھنا جائز ہے اور نہ آہستہ ہاں بٹری
نمازوں میں وہ اپنے دل میں قرأت کر
سکتا ہے اور جہری نمازوں میں اس لئے منع
ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب
قرآن کریم پڑھا جانا ہو تو تم خاموش
رہو اور اسے سنو۔

إِلَّا مِمَّنْ لَّمْ يَسْمَعْ صَوْتَهُ وَ
لَكِنْ يَقْرَأُ فِيْهَا لَا يَجْهَرُ بِهِ سِرًّا
فِيْ أَنْفُسِهِمْ وَلَا يَصْلَحُ لِأَحَدٍ خَلْفَهُ
أَنْ يَقْرَأَ مَعَهُ فِيمَا يَجْهَرُ بِهِ سِرًّا
وَلَا عَلَانِيَةً فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ
وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ
أُولَئِكَ رُكُوبُ الْقِرَاءَةِ (۵)

بٹری اور جہری نمازوں کا بیان اپنا جگہ پر ہو گا لیکن بہر حال امام نہ ہری
بھی اس آیت کریمہ کا شان نزول مسئلہ قرأت خلف الامام بتلاوتے ہیں۔
حضرت عبید بن عمیر (المتوفی ۳۷ھ) اور حضرت عطاء بن ابی رباح (۴۰ھ)
المتوفی ۴۷ھ) سے مروی ہے کہ وہ دونوں بزرگ ایک جگہ باتیں کر رہے
تھے اور پاس ہی ایک واعظ وعظ کر رہے تھے راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان دونوں
بزرگوں کو کہا کہ آپ ذکر کیوں نہیں سنتے اور کیوں وعید کے مستوجب ہو رہے ہیں؟
ان دونوں نے میری طرف نگاہ اٹھائی اور پھر باتوں میں مشغول ہو گئے میں نے
پھر دوبارہ کہا تو پھر ان بزرگوں نے میری طرف دیکھا اور باتیں شروع کر دیں
پھر جب میں نے سہ بارہ کہا تو دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ جو آیت تمہارے پیش نظر

ہے یعنی وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ، الخ توریہ آیت نماز کے متعلق ہے

نہ کہ وعظ وغیرہ کے متعلق۔ (تفسیر ابن جریر جلد ۹ ص ۱۸۸ و تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۶۳۳)

حضرت محمد بن کعب القرظی (المتوفی ۸۸ھ) فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان

اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے قرأت کیا کرتے تھے جب آپ قرأت کرتے تو صحابہ بھی ساتھ ساتھ قرأت کرتے جاتے اس پر یہ

آیہ کریمہ نازل ہوئی وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ الخ کہ جب قرآن کریم پڑھا جاتا ہو تو تم خاموشی اور توجہ کیساتھ اسے سنو تاکہ تم رحم کئے جاؤ (کتاب القراءۃ ص ۱۷)

حافظ ابن کثیر آیہ مذکورہ کے متعلق مفسرین نے اقوال نقل کرتے ہوئے

فرماتے ہیں کہ :-

وَهَذَا قَالَ: الصَّحَابُ وَإِبْرَاهِيمُ

الْمَغْنَمِيُّ وَقَتَادَةُ وَالشَّعْبِيُّ وَالسَّيْدِيُّ

وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ

أَنَّ الْمُرَادَ بِذَلِكَ الصَّلَاةَ -

عنہما، ابراہیم نخعی، قتادہ، شعبی، سیدی

اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم رحمہم اللہ تمام

یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا شان نزول

نماز ہے۔

(ابن کثیر ص ۲۸۱ ج ۲)

حضرات! ابھی بہت سی مسند روایتیں تابعین، اتباع تابعین اور مفسرین

کرام سے اس آیت کی تفسیریں موجود ہیں مگر ہم طوالت کے خوف سے انہیں

نظر انداز کرتے ہیں اور چند معتبر تفسیروں کے حوالے ہدیہ ناظرین کرتے

ہیں بغور ملاحظہ فرمادیں۔

امام ابن جریر طبریؒ (المتوفی ۳۴۰ھ) آیہ مذکورہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر کے بارہ میں جتنے بھی اقوال ہیں ان سب میں سب سے زیادہ راجح قول یہ ہے کہ آیہ مذکورہ کا شان نزول نماز اور خطبہ ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

وَقَدْ صَحَّ الْخَبَرُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا ذَكَرْنَا مِنْ قَوْلِهِ وَإِذَا قَرَأَ أَلَا مَامُ فَإَنْصِتُوا فَإِنَّ نَصَاتَ خَلْفِهِ بِقِرَاءَةٍ وَاجِبَةٍ عَلَى مَنْ كَانَ بِهِ مَوْتًا سَامِعًا قَرَأَتْهُ لِعَمْرٍ مِ ظَاهِرِ الْقُرْآنِ وَالْخَبَرِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ صحیح حدیث مروی ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو لہذا جو شخص امام کے پیچھے اس کی اقتداء کر رہا ہو اس پر واجب ہے کہ وہ خاموش ہو کر امام کی قرأت سنے کیونکہ قرآن کریم کے ظاہری الفاظ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث سے یہی ثابت ہے۔

(تفسیر ابن جریر جلد ۱۲ ص ۱۱۱)

امام حسین بن محمود بغویؒ (المتوفی ۵۱۶ھ) آیہ مذکورہ کی تفسیر میں متعدد اقوال نقل کرنے کے بعد اپنی تحقیق یوں درج فرماتے ہیں کہ ہر

وَالْأَوَّلُ أَوَّلِي وَهُوَ أَتَمُّهَا فِي الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلَاةِ لِأَنَّ الْآيَةَ مَحْبِيَّةٌ

ان سب میں سے راجح قول پہلا ہے وہ یہ کہ آیہ مذکورہ کا شان نزول نماز ہے

وَالْجُزْءُ وَجَبَتْ بِأَمْرِ نَبِيٍّ
وَالْفَقُّوْا عَلَى أَنَّهُ مَأْمُورٌ بِهِ
بِإِذْنِ نَصَاتِ حَالَةٍ مَا يَخْطُبُ
إِلَى مَأْمُورٍ (تفسير معالم التنزيل على ابن
ابن کثیر جلد ۳ ص ۶۲۳)

اسی لئے کہ یہ آیت مکی ہے اور جمعہ تو مدینہ
میں فرض ہوا لہذا خطبہ اس کا شان نزول
کیونکر ہو سکتا ہے ہاں مگر سب علماء کا
اتفاق ہے کہ خطبہ کے وقت بھی سماع کو
خاموش رہنا چاہیے۔

امام بغویؒ نے یہ معاملہ بالکل صاف کر دیا ہے کہ اس آیت کا شان نزول تو
صرف نماز ہے خطبہ کسی طرح بھی اس کا شان نزول نہیں ہو سکتا ہاں قرآن کریم
کے عموم الفاظ اور ائمہ دینؒ کے اتفاق سے خطبہ کے وقت خاموش رہنا بھی مأمور ہے
علامہ محمود بن محمد زحشریؒ والمتوفی ۵۲۸ھ (آیہ مذکورہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

ظَاهِرُهُ وَجُوبُ الْإِسْتِغَاةِ وَالْإِنْصَاتِ
وَقْتُ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِي صَلَاةٍ
وَعَبْرَ صَلَاةٍ وَقِيلَ كَانُوا يَتَكَلَّمُونَ
فِي الصَّلَاةِ فَتَرَلَّتْ ثُمَّ صَارَ سُنَّةٌ
فِي غَيْرِ الصَّلَاةِ أَنْ يُنْصَتَ الْقَوْمُ
إِذَا كَانُوا فِي مَجْلِسٍ يُقْرَأُ فِيهِ
الْقُرْآنُ. (تفسير كشاف للزمخشري

آیت کا ظاہری مفہوم اس بات پر وال
ہے کہ نماز یا غیر نماز ہر حالت میں قرآن
کی طرف توجہ کرنا اور خاموش رہنا ضروری
ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے لوگ نماز میں تکلم
کیا کرتے تھے اس وقت یہ آیت نازل
ہوئی پھر یہ سنت ہے کہ خارج از نماز
اگر کسی مجلس میں قرأت ہوتی ہو تو
سامع خاموشی اختیار کرے۔

قاضی بیضاوی (المتوفی ۷۵۸ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:-

نَزَلَتْ فِي الصَّلَاةِ عَاذُوا ابْتِكَمُونَ
فِيهَا فَأَمَرُوا بِاسْتِمَاعِ قِرَاءَةِ الْإِمَامِ
وَالْإِنْصَاتِ لَهُ وَظَاهِرُ اللَّفْظِ يَقْتَضِي
جُوبَهُمَا حَيْثُ يُقْرَأُ الْقُرْآنُ مُطْلَقًا
وَعَامَّةُ الْعُلَمَاءِ عَلَى اسْتِحْبَابِهَا
خَارِجَ الصَّلَاةِ -

(تفسیر بیضاوی ص ۲۰۸)

یہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی ہے

لوگ نماز میں تکلم کیا کرتے تھے تو اس کے

ذریعہ ان کو قرأت امام کی طرف توجہ

کرنے اور خاموش رہنے کا حکم کیا گیا ہے آیت
کا ظاہر مقتضی یہ ہے کہ جہاں بھی قرأت
ہو وہاں استماع اور انصات ضروری ہو
لیکن اکثر علماء قرأت خارج الصلوٰۃ
میں انصات اور استماع کو صرف مستحب قرار دیتے ہیں

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ (المتوفی ۷۴۴ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے
ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم مومنوں کے لیے بصیرت
ہدایت اور رحمت کا موجب ہے تو اس کے بعد قرآن مقدس کے احترام اور اس
کی تعظیم کا عملی طریقہ بتایا کہ جب قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہو تو اس وقت تم خاموش
رہو نہ جیسا کہ مشرکین قرآن سنتے وقت شور و غل مچایا کرتے تھے آگے لکھتے ہیں:-

لَكِنْ يَتَأَكَّدُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ
الْمَكْتُوبَةِ إِذَا جَهَرَ الْإِمَامُ بِالْقِرَاءَةِ
كَأَنَّهُ مُسْلِمٌ فِي صَحِيحِهِ مِنْ

لیکن احادیث سے ملتا ہے کہ طور پر خاموش رہنے کا
حکم صرف امام کے پیچھے فرضی نمازوں
میں اقتدار کرنے والوں کے لیے معلوم ہوتا

حَدِيثِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ
 قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ
 لِيُؤْتَى بِهِ فَإِذَا اكْبَرْتُمْ فَكَبِّرُوا
 وَإِذَا قَرَأُوا فَأَنْصِتُوا وَكَذَلِكَ رَوَاهُ
 أَهْلُ السُّنَنِ مِنْ حَدِيثِ أَبِي
 هُرَيْرَةَ أَيْضًا وَصَحَّحَهُ مُسْلِمُ بْنُ
 الْحَجَّاجِ وَلَمْ يُخْرِجْهُ فِي الْكِتَابِ
 تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۶۲۳ مع المعالم

ہے چنانچہ امام مسلم نے صحیح مسلم میں حضرت
 ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت نقل کی ہے کہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب
 امام تکبیر کہے تو تم بھی کہو اور جب امام قرات
 کرے تو تم خاموش رہو اسی طرح ارباب
 سنن نے حضرت ابی ہریرہؓ کی روایت
 بھی باسندی پیش کی ہے اور امام مسلم نے
 اس کی تصحیح کی ہے لیکن سند کے ساتھ
 اپنے صحیح میں درج نہیں کی۔

علامہ ابوالسعود المتوفی ۹۸۲ھ، آیہ مذکورہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :-

فَاسْتَمِعُوا لَهُ اسْتِمَاعٌ تَحْقِيقٌ
 وَقِيُولٌ وَأَنْصِتُوا أَيْ أُسْكُتُوا
 فِي خِلَالِ الْقِرَاءَةِ وَرَاعُوا هَذَا إِلَى
 انْقِضَائِهَا تَعْظِيمًا لَهُ وَتَكْمِيلًا
 لِلسَّمْعِ إِلَى أَنْ قَالَ وَظَاهِرُ النَّظْمِ
 يَقْتَضِي وَجُوبَ الاسْتِمَاعِ وَالْإِنْصَاتِ
 عِنْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِي الصَّلَاةِ

یعنی قرآن کریم کی سماعت کی طرف ایسی توجہ
 کرو جس سے تحقیق اور قبول حق کا جذبہ نظر
 آئے اور آٹھائے قرأت میں بالکل خاموش ہو
 اور قرات مکمل ہونے تک اسے پوری توجہ
 سے سنو تا کہ توجہ کا مکمل فائدہ حاصل ہو۔
 آیت کے ظاہری الفاظ کا تقاضا ہے کہ
 نماز میں اور خارج از نماز جہاں بھی قرات

وغيرها الى ان قال وَحَبْنُهُ
الصَّحَابَةُ عَلَى أَنَّهُ فِي اسْتِمَاعِ
الْمُؤْتَمِرِ (تفسير البوسعيدي على الكبير
جلد ۵ ص ۵۰۳)

ہو وہاں خاموش رہنا چاہیے لیکن جمہور
صحابہ کا مسلک یہ ہے کہ وجوبی طور پر
خاموش رہنا صرف مقتدی کے لیے ہے

علامہ سیّد محمد آلوسی مفتی بغداد (المتوفی ۱۳۸۵ھ) اس آیت کی تفسیر میں
رقطرانہ ہیں کہ :-

لَا تَنْهَا تَقْتَضِي وَجُوبَ إِذْ اسْتِمَاعِ
عِنْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِي الصَّلَاةِ
وغيرها وَقَدْ قَامَ الدَّلِيلُ فِي غيرِهَا
عَلَى جَوَازِ إِسْتِمَاعِ وَتَرْكِه فَبَقِيَ
فِيهَا عَلَى حَالِهِ فِي إِذْ نَصَاتِ
لِلْجَهْرِ وَكَذَا فِي إِدْخَالِهِ لِعَلِيْنَا
بِأَنَّهُ يَقْرَأُ وَيُؤَيِّدُ ذَلِكَ أَخْبَارُ
جَمْعَةٍ - (روح المعاني ص ۳۳۳ ج ۹)

آیت کا مقتضی یہ ہے کہ نماز میں یا خارج
میں جب بھی قرأت ہوتی ہو تو خاموش رہنا
چاہیے لیکن خارج از نماز سماع و عدم
سماع دونوں پر دلیل قائم ہو چکی ہے لیکن
جمہری نمازوں میں بہر حال انصات اور
استماع ضروری ہے اسی طرح سہری میں
بھی کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ امام قرأت
کرتا ہے اور متعدد حدیثیں اس کی تائید
کرتی ہیں۔

شیخ الاسلام حافظ ابو عمر ابن عبد البر (المتوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ امام
مالک جمہری نمازوں میں مقتدی کے لیے امام کے پیچھے قرأت کو صحیح نہیں

سمجھتے تھے۔

وَوَجَّهَهُ قَوْلُهُ تَعَالَى وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ لَا خِلَافَ أَنَّهُ نَزَلَ فِي هَذَا الْمَعْنَى دُونَ غَيْرِهِ وَمَعْلُومٌ أَنَّهُ فِي صَلَاةِ الْجَهْرِ لَوْنُ السِّرِّ لَا يُسْمَعُ فَذَلَّ عَلَى أَنَّهُ أَمْرَادُ الْجَهْرِ خَاصَّةً رَجُوعًا إِلَى
(ارجز المسالك جلد ۱ ص ۲۴۱)

اور ان کی دلیل خدا تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ جب قرآن کریم کی قرأت ہوتی ہو تو تم متوجہ ہو کر اس کو سنو تاکہ تم پر رحمت کی جائے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ اس آیت کا شان نزول صرف یہی ہے نہ کہ کوئی اور ظاہر ہے کہ استماع تو صرف جہری نمازوں میں ہی ہو سکتا ہے لہذا اس آیت سے جہری نمازیں مراد ہونگی نہ کہ سری۔

یہ بات تو اپنے مقام پر آئے گی کہ آیت میں صرف استماع کا لفظ نہیں جو محض جہری نمازوں کو شامل ہے بلکہ اس میں انصات کا لفظ بھی ہے جو سری نمازوں کو بھی شامل ہے لیکن حافظ ابن عبد البر قرآن کریم کی اس آیت کا شان نزول صرف نماز اور مسئلہ قرأت خلف الامام کو قرار دیتے ہیں اور اس حوالہ سے ہماری مراد بھی یہی امر ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔
فَالنِّزَاعُ مِنَ الْمَذْهَبَيْنِ لَكِنَّ الَّذِينَ
مسئلہ زیر بحث میں نزاع تو طریقین سے ہے

يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ
جَمْعُهُمْ السَّلَفُ وَالْخَلْفُ وَمَعَهُمُ
الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ الصَّيِّحَةُ وَالَّذِينَ
أَوْجِبُوا عَلَى الْمَأْمُورِ فَحَدِيثُهُمْ
ضَعْفٌ لَا بُدَّ لَهُ.

(تنوع العبادات لابن تیمیہ ص ۸۶)

لیکن جو لوگ امام کے پیچھے قرأت سے منع
کرتے ہیں وہ جمہور سلف و خلف ہیں اور
ان کے ہاتھ میں کتاب اللہ اور سنت صحیحہ
ہے اور جو لوگ قرأت مقتدی پر واجب
قرار دیتے ہیں تو ائمہ حدیث نے ان کی
حدیث کو ضعیف کہا ہے۔

اور دوسرے مقام پر شیخ الاسلام تحریر فرماتے ہیں کہ۔

وَقَوْلُ الْجَمْعِ هُوَ الصَّيِّحُ فَإِنَّ اللَّهَ
بُيِّنَ لَهُ قَالَ إِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ
فَأَسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ
تُرْحَمُونَ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ
أَجْمَعَ النَّاسُ عَلَى أَنَّهَا نَزَلَتْ
فِي الصَّلَاةِ.

(فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۲ ص ۴۱۲)

شیخ الاسلام مذکور ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

وَذَكَرَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ الْجَمْعَ عَلَى أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي الصَّلَاةِ
وَذَكَرَ الْجَمْعَ عَلَى أَنَّهَا لَا تَجِبُ عَلَى الْمَأْمُورِ
امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اس بات
پر لوگوں کا اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے

حَالُ الْجُمُحْرِ -

رفقاوی جلد ۲ ص ۱۳۳

بارہ میں نازل ہوئی ہے نیز جہری نمازوں
میں مقتدی پر قرأت واجب نہ ہونے پر بھی
امام موصوف نے اجماع نقل کیا ہے ۔

مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالصمد صاحب پشاور ہی لکھتے ہیں کہ ۔

صحیح ترین بات یہ ہے کہ اس آیت کا
شان نزول نماز ہے جیسا کہ امام بیہقیؒ نے
امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے
ہیں کہ اس آیت کریمہ کے نماز کے بارے
میں نازل ہونے پر سب کا اجماع و اتفاق ہے ۔

وَأَذِمْ كَوْنَهَا فِي الصَّلَاةِ لِمَا
نَقَى الْبَيْهَقِيُّ عَنِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ
قَالَ أَجْمَعُونَ عَلَى أَنَّهَا فِي الصَّلَاةِ
(رَأَيْتُ الْعَلَمَ فِي الْقُرْآنِ خَلْفَ الْإِمَامِ صَلَّاهُ)

قارئین کرام! آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے لے کر مولانا عبدالصمد صاحبؒ
تک چند محقق اکابر کے حوالے اور عبارات ملاحظہ کر لی ہیں کہ آیت وَاِذَا قُرِئَ
الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لِلَّهِ وَانصتوا الْآیۃ کا شان نزول نماز ہے اور اس کے ذریعہ
اللہ تعالیٰ نے مقتدیوں کو امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کیا ہے اور اس آیت
کریمہ میں باقی تمام سورتیں عموماً اور سورہ فاتحہ خصوصاً لفظ قرآن کا مصداق ہے
چنانچہ دو سر مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد دیوں ہے کہ ۔

اور البتہ دی ہیں ہم نے آپ کو سائیتیں
جو بار بار پڑھی جاتی ہیں اور یا قرآن پڑھے

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سُبْحَانَ الْمَثَانِ
وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ ۝ (پہلا - المجر - ۶)

درجہ کا۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ (المتوفی ۵۸ھ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-
 اُمُّ الْقُرْآنِ هِيَ الْبَيْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ۔
 ان سات آیتوں اور قرآن عظیم کا مصداق سورہ فاتحہ ہے۔

(بخاری جلد ۲ ص ۶۱۳)

اور حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تورات و انجیل اور زبور و قرآن کریم میں سورہ فاتحہ جیسی اور کوئی سورت نازل نہیں ہوئی۔

وَأَمَّا لَبِيعٌ مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنِ الْعَظِيمِ الَّذِي أُعْطِيَتْهُ۔
 اور بے شک سورہ فاتحہ بیع مثنائی اور قرآن عظیم کا مصداق ہے جو مجھے عطا

ہوئی ہے۔ (دارمی ص ۴۴ طبع دمشق)

اور حافظ ابن کثیرؒ تحریر کرتے ہیں کہ :-

فَهَذَا نَصٌّ فِي أَنَّ الْفَاتِحَةَ هِيَ الْبَيْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ۔
 کہ یہ روایات اور اقوال اس بات پر نص ہیں کہ بیع مثنائی اور قرآن عظیم کا مصداق

سورہ فاتحہ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۵۵)

چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت ابن مسعودؓ

حضرت ابن عباسؓ، امام ابراہیم النخعیؒ، عبد اللہ بن عبید بن عمیرؒ، ابن ابی ملیکہؒ، شہر بن حوشبؒ، حسن بصریؒ، مجاہدؒ اور قتادہؒ وغیرہ یہ فرماتے ہیں کہ بضع المثانی اور قرآن العظیم کا مصداق سورہ فاتحہ ہے (تفسیر ابن کثیر جلد ۱ ص ۵۵)

اس اعتبار سے آیت کریمہ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا
الآیت کا مطلب صاف طور پر یہ ہوگا کہ جب سورہ فاتحہ پڑھی جائے تو تم توجہ
کرو اور بالکل خاموش رہو اور چونکہ اس آیت کریمہ کا شان نزول نماز اور خلعت
الامام کا مسئلہ ہے جیسا کہ باحوالہ عرض کیا گیا ہے تو اس لیے امام کے پیچھے مقتدیوں
کو دیگر سورتوں کی قرائت عموماً اور سورہ فاتحہ کی خصوصاً درست نہ ہوگی کیونکہ
استماع و انصات کو رب العزت نے امر کے صیغوں کے ساتھ بیان فرمایا
ہے اور ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور امر کی خلاف ورزی کی گنجائش
اور جواز کہاں سے پیدا ہو سکتا ہے؟ لیکن خدا خفی اور سمجھ شرط ہے۔

باب دوم

داریم باخلاص سر بر خطِ تسلیم با قول نبی چون و چرا نہ شنایم
قرآنِ سعادت است شفاۓ دلِ بخور قانون و اشارت و شفاۓ نہ شنایم

قرآنِ کریم کے بعد دلائل و براہین کے باب میں تمام اہل اسلام کے نزدیک حدیث کا مقام ہے کیونکہ جس مسئلہ کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قولاً و فعلاً وضاحت فرمائی ہو وہ مزید کسی تشریح و تفصیل کا ہرگز محتاج نہیں ہوتا جمہورِ کامتدل جس طرح مسئلہ ترکِ قرأتِ خلف الامام میں قرآنِ کریم کی نصّ قطعی پر مبنی ہے اسی طرح ترکِ قرأتِ خلف الامام کے مسئلہ میں ان کا دامن بحمد اللہ تعالیٰ صحیح احادیث سے بھی لبریز ہے چند صحیح اور حسن قسم کی حدیثیں اس پر ہدیہ قارئین کرام کی جاتی ہیں غور و انصاف سے ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی حدیث :- حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ :-
حَظَبْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خُطْبَةٍ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب

وَسَلَّمَ فَعَلَّمَنَا سُنَّتَنَا وَبَيَّنَّ لَنَا
صَلَاتَنَا فَقَالَ إِذَا كَبَّرَ إِذَا مَامُ
فَكَبِّرُوا وَإِذَا اقْرَأَ فَانصِتُوا ۱۔

صحیح البوعوانہ جلد ۲ ص ۱۳۳ واللفظہ صحیح
مسلم جلد ۱ ص ۱۱۱ منہ احمد جلد ۴ ص ۲۹۵
ابن کثیر جلد ۲ ص ۲۸۰

فرمایا اور سنت کی تعلیم دی اور نماز کا طریقہ
بتلایا اور فرمایا کہ جب امام تکبیر کہے تو تم
بھی تکبیر کہو اور جب امام قرأت کرے تو
تم خاموش رہو۔

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ قرأت کرتا امام کا فریضہ اور ڈیوٹی ہے۔
مقتدیوں کا وظیفہ صرف خاموش رہنا اور انصات کرنا ہے اور ان کے لیے بغیر
انصات کے اور کسی چیز کی گنجائش نہیں اور روایت چونکہ مطلق ہے اس لیے
بہتری اور چہری دونوں قسم کی نمازوں کو شامل ہے۔

دوسری حدیث: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں
کہ :-

أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
خَطَبَنَا فَكَانَ مَا بَيْنَ لَنَا مِنْ
صَلَاتِنَا وَيُعَلِّمُنَا سُنَّتَنَا قَالَ أَقِيمُوا
الْصُّفُوفَ ثُمَّ لِيَوْمُكُمْ أَحَدُكُمْ
فَإِذَا كَبَّرَ إِلَّا مَامُ فَكَبِّرُوا وَإِذَا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب
فرمایا اور نماز کا طریقہ سکھایا اور سنت کی
تعلیم دی اور فرمایا کہ صفیں درست کیا کرو
تم میں سے ایک آدمی امام بنے اور جب
امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام

قَرَأُوا نَصْتُوا۔ (الوعوانہ جلد ۲ ص ۱۳۲) قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

واللفظ لہ۔ البوداؤد جلد ۱ ص ۱۴۱

تفسیری حدیث ۱۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ :-

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَرَأَ الْإِمَامُ فَانصِتُوا وَإِذَا قَالَ غَيْرَ الْمُغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ۔
فرمایا جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب امام غیر الْمُغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ پڑھے تو تم آمین کہو۔

(الوعوانہ جلد ۲ ص ۱۲۲)

ان تمام صحیح روایات سے معلوم ہوا کہ قرأت کرنا امام کا کام ہے اور مقتدیوں کا کام صرف خاموش رہنا ہے اور آپ کے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ جب امام جہر کرے تو تم خاموش رہو بلکہ یہ فرمایا ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور یہ مفہوم عبائۃ النص کے طبر پر جبری اور شرعی نمازوں کو شامل ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے اور اس روایت سے صراحت سے ثابت ہوا کہ غَيْرِ الْمُغْضُوبِ عَلَيْهِمْ سے پہلے امام جو قرأت کریگا اور مقتدی اس وقت خاموش ہوگا وہ سورۃ فاتحہ کے علاوہ اور کوئی قرأت ہے ؟

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی اس حدیث کو جو متعدد کتب حدیث میں آئی ہے اور جس کو امام مسلم نے بھی صحیح میں نقل کیا ہے۔ مندرجہ ذیل ائمہ حدیث نے صحیح کہا ہے۔

(۱) امام احمد بن حنبل (۲) امام مسلم (۳) امام نسائی (۴) امام ابن جبر (۵)

علامہ ابن حزمؒ (۶) امام منذریؒ (۷)، حافظ ابن کثیرؒ (۸) امام اسحاق بن راہویہؒ -
 ۱۹) امام ابو بکر بن اثرمؒ (۱۰) حافظ ابن حجرؒ (۱۱) امام ابو زرعہ رازیؒ (۱۲) امام موفق الدین
 ابن قدامہؒ (۱۳) امام شمس الدین بن قدامہؒ (۱۴) امام ابن خزمیہؒ (۱۵) امام ابو عمر
 بن عبد البرؒ (۱۶) شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ (۱۷) امام ابو عوانہؒ (۱۸) نواب صدیق حسن
 خانؒ (۱۹) علامہ مالدینیؒ (۲۰) علامہ عینیؒ (۲۱) امام ابن معینؒ (۲۲) امام عثمان
 بن ابی شیبہؒ (۲۳) امام سعید بن منصور خراسانیؒ (۲۴) امام علی بن المدینیؒ (۲۵)
 امام ابن صلاحؒ -

چوتھی حدیث :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ :-

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتِيَ بِهِ فَإِذَا
 خَبَرَ فَنَكَبُوا وَإِذَا قُرِئَ فَأَنْصَتُوا
 وَإِذَا قِيلَ سَمِعَ اللَّهُ مِنْ جَمَدٍ
 فَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ
 (نسائی ج ۱ ص ۱۸۱)

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 نے کہ امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے تاکہ اس کی
 اقتدا کی جائے پس جب امام تکبیر کہے تو تم
 بھی تکبیر کہو اور جب امام قرأت کرے
 تو تم خاموش رہو اور جب امام سمع اللہ من
 حمدہ کہے تو تم اللہم ربنا ولک الحمد کہو۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ تمام نمازوں میں امام کا وظیفہ قرأت کرنا
 اور مقتدی کا وظیفہ خاموشی کے ساتھ اس کی طرف متوجہ رہنا ہے۔

پانچویں حدیث :- حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

إِنَّ الشَّيْءَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ إِذَا قَرَأَ إِلَّا مَامُ فَإِنْ صَبَّحَ -

(کتاب القراءة للبیہقی ص ۱۲۱)

محضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا
کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو

چھٹی حدیث :- حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے - وہ
فرماتے ہیں کہ -

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا قَرَأَ مِنْ صَلَاةٍ جَهْرًا فِيهَا
بِالْقُرْآنِ فَقَالَ هَلْ قَرَأْتُ مَعِيَ مِنْكُمْ
أَحَدٌ إِنَّمَا فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ أَنَا
يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أَقُولُ
مَا لِي أَنْتَ أَرَأَيْتَ الْقُرْآنَ فَإِنْ تَهَيَّئِ النَّاسَ
عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا جَهْرًا فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقِرَاءَةِ حِينَ
سَمِعُوا ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (موطا امام مالک ص ۲۹، ۳۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہری
نماز سے فارغ ہوئے اور فرمایا کہ کیا تم میں سے
کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے؟
ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ جی ہاں
میں نے قرأت کی ہے تو محضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جہری تو میں اپنے
دل میں کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کریم
کی قرأت میں منازعت اور ہاتھ پائی کیوں
ہو رہی ہے؟ آپ کے اس ارشاد کے بعد جن
نمازوں میں جہر سے آپ قرأت کرتے لوگوں
نے آپ کے پیچھے قرأت بالکل ترک کر دی تھی۔

یہ روایت موطا امام مالک کے علاوہ حدیث کی دیگر معتبر کتابوں میں بھی مذکور ہے جس کے صحیح ہونے میں قطعاً کوئی کلام نہیں ہو سکتا جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کی ممانعت میں یہ روایت قطعی ہے۔

نیز یہ واقعہ صبح کی نماز کا ہے جیسا کہ ابوداؤد (جلد ۲ ص ۱۲۱) میں مذکور ہے جس میں تمام صحابہ کرام تقریباً موجود ہوں گے مگر ان میں آپ کے پیچھے قرأت کرنے والا صرف ایک ہی شخص تھا اور آپ نے ان دیگر حضرات کو کچھ بھی نہیں کہا جنہوں نے آپ کے پیچھے قرأت نہیں کی بلکہ اسی کو ڈانٹ ڈپٹ کی جس نے قرأت کی تھی اور صحابہ کرام میں سے کسی نے اس کا حوالہ نہیں دیا کہ حضرت آپ نے قرأت کا خود حکم دیا تھا اب کیا کوئی نیا حکم آیا ہے جس میں اس کی ممانعت کی گئی ہو اور یہ ایک محال امر ہے کہ آپ نے تو تمام صحابہ کو قرأت کا حکم دیا ہو لیکن تعمیل کرنے والا صرف ایک ہی شخص ہو اور پھر آپ نے قیام، رکوع، سجود اور قعدہ وغیرہ کو نیز تبسیع، تحمید اور تشہد کو ناگوار نہیں فرمایا اگر کوئی چیز ناگوار گذری ہے تو صرف اور صرف مقتدی کی قرأت! جہری نمازوں میں قرأت کی ممانعت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت پیش کیا جاسکتا ہے؟

ساتویں حدیث :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَا كَانَ مِنْ صَلَاةٍ يَجْهَرُ فِيهَا إِلَّا مَامٌ کہ جس نماز میں امام جہر کے ساتھ قرأت کرتا

بِالْقُرْآنَةِ فَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَقْرَأَ
مَعَهُ (کتاب القراءة لمبہفتی ص ۹۹)
ہو تو اس میں کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ امام
کے ساتھ قرأت کرے۔

یہ روایت بھی اس بات کو واشکاف کرتی ہے کہ جہری نمازوں میں امام
کے پیچھے قرأت کرتے کی مطلقاً اجازت نہیں۔

آٹھویں حدیث :- حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل
کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا :-

كُلُّ صَلَاةٍ لَا يَقْرَأُ فِيهَا بِأَمْرٍ الْكِتَابِ
فَمِنْ خَدَاجٍ إِلَّا صَلَاةٌ خَلَفَ إِمَامٌ
(کتاب القراءة للام المبہفتی ص ۱۳۵)
کہ ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے
تو وہ ناقص ہے مگر وہ نماز جو امام کے پیچھے
پڑھی جائے وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

اس روایت میں خلف الامام اور ام الكتاب کی قید کو خاص طور پر ملحوظ رکھنا
چاہیے اور یہ بھی کہ آپؐ نے نمازوں میں سورۃ فاتحہ کی قرأت کو لازمی قرار دیا ہے مگر
مقتدی کے لیے اس کی قرأت کی مطلقاً گنجائش نہیں چھوڑی۔

نویں حدیث :- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ
فرماتے ہیں کہ :-

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ
كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقُرْأَةُ إِلَّا مَا مَلَكَ
قِرَاءَةً (بحوالہ فتح القدیر جلد ۱ ص ۲۳۹)
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد
فرمایا کہ جس شخص نے امام کی اقتداء کی تو
امام کی قرأت اس کے لیے کافی ہے۔

اس روایت میں سہری اور جہری کی کوئی قید نہیں ہے اس لیے یہ اپنے عموم پر ہے اور اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ امام کے پیچھے جب کسی نے اقتداء اختیار کر لی ہو تو مقتدی کو جدا اور الگ قرأت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ امام کا پڑھنا ہی گویا مقتدی کا پڑھنا ہے۔

دسویں حدیث :- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ :-

ان رجلاً صلے خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الظہر أو العصر یعنی یقرأ قارئاً إلیہ رجلاً فناہ فابی فلما انصرفت قال اتنہانی ان اقرأ خلف النبی علیہ السلام فتذاکراحتی سمع النبی علیہ السلام فقال علیہ السلام من صلے خلف الامام فقرأة الامام لہ قراءۃ۔

ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے ظہر یا عصر کی نماز پڑھی اثنائے نماز میں جب اس نے قرأت کی تو ایک دوسرے آدمی نے اشارے سے اسے منع کیا مگر وہ نہ رکا اور نماز کے بعد اس شخص سے کہنے لگا جس نے اسے قراءۃ سے منع کیا تھا کہ تو مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتا ہے دونوں آپس میں تکرار کر رہے تھے کہ حضور نے سن لیا اور ارشاد فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو امام کی قرأت اس کو کفایت کرتی ہے

کتاب القراءۃ للامام البیہقی ص ۱۰۲

اس صحیح روایت میں ظہر یا عصر کی نماز کا ذکر ہے جو بالاتفاق سب سے
نمازیں ہیں اور آپ کے پیچھے قرأت کرنے والا بھی صرف ایک ہی شخص تھا حالانکہ
صحابہ کرامؓ جس طرح نماز اور جماعت کی پابندی کرتے تھے وہ اور کس سے ہو سکتی
ہے؟ ان میں سے ہر ایک کی دلی خواہش ہی یہ ہوتی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی جائے مگر باوجود اتنی بڑی جماعت کے کثیر التعداد صحابہؓ
میں سب نماز میں آپ کے پیچھے قرأت کرنے والا صرف ایک ہی شخص ملتا ہے اور
باقی سب خاموش رہتے ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ایک شخص کی
قرأت کو بھی گوارا نہیں کرتے اور اس کو امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے
ہیں اگر امام کے پیچھے قرأت کی اجازت ہوتی اور خصوصاً سب سے پہلے نمازوں میں تو ضرور
بالضرور حضور اس کی نائید کرتے اور قرأت سے روکنے والے کو تہنید کرتے۔ اور
اگر امام کے پیچھے قرأت کی تھوڑی سی بھی گنجائش ہوتی تو منع کرنے والے صحابی
احسان صلوٰۃ سے صرف نظر کرتے ہوئے قرأت کرنے والے صحابی کو قرأت سے روکنے
کے لیے اشارہ کرنے کی جرأت کبھی نہ کرتے اور اگر سب سے پہلے امام کے پیچھے
قرأت کا جواز یا استحباب بھی ہوتا تو منع کرنے والے کو آپ فرما دیتے کہ ایک
جائزہ اور مستحب حکم کے لیے تو نے اپنی توجہ دوسری طرف کیوں مبذول کی؟
اور دوسرے صحابہؓ بھی منع کرنے والے کو یہ کہتے کہ بھائی تم نے اثنائے نماز
میں بلا وجہ اس سے الجھنے کی کوشش کی ہے یہ بھی تو اچھا ہی کام کر رہا تھا۔ اگر

انصاف سے کام لیا جائے تو بغیر کسی خارجی قرینہ کے یہ روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جہری نمازوں کا توقف صرف ہی چھوڑیے ان میں بھلا امام کے پیچھے قرأت کی کب گنجائش نکل سکتی ہے؟ ستری نمازوں میں قرأت نہ تو جائز ہے اور نہ ہی مستحب تو پھر ضروری کیسے ہوئی؟

گیارہویں حدیث :- حضرت عبداللہ بن شدادؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ :-

أَمْرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي الْعَصْرِ قَالَ فَقَرَأَ رَجُلٌ خَلْفَهُ فَغَضِبَ
النَّبِيُّ يَلِيْبُ فَلَمَّا أَنْ صَلَّى قَالَ لِمَا
غَمَزْتَنِي قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَمَكَ فَوَكَّهْتُ
أَنْ تَقْرَأَ خَلْفَهُ فَنَسِمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ
فَإِنَّ قِرَاءَتَهُ لَهُ قِرَاءَةٌ

(موطا امام محمد ص ۹۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک
دین عصر کی نماز میں امامت کرائی آپ کے
پیچھے ایک شخص نے قرأت کی تو سادھے
نے اُسے ذرا دیا یا تا کہ وہ قرأت سے باز آجائے
جب نماز ختم ہو گئی تو اس نے کہا کہ تم
نے مجھے کیوں ٹوٹا اور دیا یا تھا؟ منع کرنے
والے نے کہا کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم تیرے آگے امام تھے میں نے
مناسب نہ سمجھا کہ تم بھی آپ کے پیچھے قرأت کرو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو ارشاد فرمایا
کہ جس کے لیے امام ہے اس امام کی قرأت ہی سکو کافی ہے۔

بارھویں حدیث :- حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ :-

أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا أَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کیا کروں۔
(کتاب القراءة للامام البیہقی ص ۱۳۹)

چونکہ قرأت خلف الامام کا مسئلہ اپنے ایجابی اور سلبی لحاظ سے کسی صحابی سے مخصوص نہیں اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو کسی خاص مقصد کے لیے خطاب کیا ہوگا ورنہ حکم سب کے لیے عام ہے۔

تیرھویں حدیث :- حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :-

أَنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاكِعٌ فَكَرَّحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلَّ إِلَى الصَّفِّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاكَ اللَّهُ حَرِّمًا وَلَا تَحُدُ
وہ مسجد میں داخل ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع میں چلے گئے تھے چنانچہ صفت میں ملنے سے قبل ہی وہ تکبیر تحریمہ ادا کر کے رکوع میں چلے گئے افسوس کہ آہستہ چلتے ہوئے صفت میں مل گئے۔

رسن اکبری جلد ۲ منہ ۹ صحیح بخاری جلد ۲۸
مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۹۹ زیلعی جلد ۲ ص ۳۹
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر ارشاد فرمایا کہ خدا تیری نیکی کی حرص زیادہ کرے ابھر ایسا نہ کرنا۔

ظاہر ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بغیر سورہ فاتحہ پڑھ کر رکوع میں شامل ہو گئے تھے معہذا ان کی اس رکعت کو اور ان کی اس نماز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح اور مکمل سمجھا اور ان کو اعادہ نماز کا حکم نہیں دیا اگر سورہ فاتحہ کا پڑھنا ہر رکعت میں ضروری اور رکن ہے تو حضرت ابو بکرؓ کی یہ نماز کیسے صحیح ہو گئی؟

اس سے صاف اور واضح طور پر معلوم ہوا کہ مقتدی کے لیے سورہ فاتحہ کی قرأت ضروری نہیں وہو المطلوب۔

چودھویں حدیث :- حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ :-

مَدَّ بِلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنِّي كُلَّ صَلَاةٍ قَرَأْتُ قَالَ كَعَمْرٍو فَقَالَ
كُلُّ مَنْ أَدْنَصَارٍ وَجَبَتْ هَذِهِ
فَقَالَ بِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَكُنْتُ أَقْرَبَ الْقَوْمِ إِلَيْهِ
مَا أَرَى إِلَّا مَاءً إِذَا أَمَرَ الْقَوْمُ إِلَّا
كَفَاهُمْ (واقطنی جلد ۱ ص ۱۲۱ نسائی
جلد ۱ ص ۱۱۱)

حضور علیہ السلام سوال کیا گیا کہ کیا ہر نماز میں قرأت ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! ایک انصاری نے کہا پھر تو قرأت ضروری ہو گئی؟ ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ میں تمام اہل مجلس میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب تھا حضورؐ نے مجھے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تو یہی جانتا ہوں کہ امام کی قرأت مقتدیوں کو کافی

یہ روایت طحاوی جلد ۱ ص ۱۳۹ سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۶۲ کتاب القراءة ص ۱۱۸ اور مجمع الزوائد جلد ۲ ص ۱۱ وغیرہ میں بھی مروی ہے اس کو موقوف فرمادینا جیسا کہ امام دارقطنی وغیرہ نے کہا ہے صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کے راوی سب ثقہ ہیں اور محدثین کرام کا طے شدہ قاعدہ ہے کہ ثقہ کی زیادت اور رفع مقبول ہے پندرہویں حدیث :- حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں :-
 کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقَرَأَ الْإِمَامُ لَهُ قِرَاءَةً كِتَابِ الْقِرَاءَةِ لِبَيْتِي ۱۲۵ کہ امام کا پڑھنا مقتدی کا پڑھنا ہے یہ حدیث بھی اپنے مفہوم کے لحاظ سے بالکل واضح اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوعاً مروی ہے۔

سولہویں حدیث :- حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

كُلُّ صَلَاةٍ لَا يُقْرَأُ فِيهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ إِلَّا وَرَأَ الْإِمَامِ
 کہ ہر نماز جس میں نمازی سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز ادا نہ ہوگی مگر امام کے پیچھے نماز پڑھنے والا اس سے مستثنیٰ ہے۔
 (کتاب القراءة للبیت ص ۱۳۷)

یہ روایت بھی اپنے مدلول کے لحاظ سے بالکل عیاں ہے اور حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے۔

سترھویں حدیث :- امام موفق الدین ابن قدامہؒ لکھتے ہیں کہ :-

رَوَاهُ الْخَلَوَلُ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ صَلَاةٍ لَا يُقْرَأُ فِيهَا بِأَمْرٍ الْقُرْآنِ فَهِيَ خَدَابٌ إِلَّا أَنْ يَكُونَنَّ وَرَاءَهُ الْإِمَامُ -

(معنی جلد ۱ ص ۶۰ طبع بولاق)

اور علامہ شمس الدین لکھتے ہیں کہ :-

رَوَى جَابِرٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ صَلَاةٍ لَا يُقْرَأُ فِيهَا بِأَمْرٍ الْكِتَابِ فَهِيَ خَدَابٌ إِلَّا وَرَاءَ الْإِمَامِ -

(شرح مقنع جلد ۲ ص ۱۱ طبع بولاق)

امٹھار ٹھویں حدیث :- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقَرَأَهُ إِلَّا مَامَ لَهُ قِرَاءَةً - (رواہ احمد بنی سندہ -

یعنی جس آدمی نے امام کی اقتداء کر لی ہو تو امام کی قرأت ہی مقتدی کو پس ہے۔

امام شمس الدین ابن قدامہ الحنبلی فرماتے ہیں کہ :-

وَهَذَا اسْنَادٌ صَحِيحٌ مُتَّصِلٌ

یہ سند صحیح اور متصل ہے اور اس کے تمام

امام خللال نے اپنی روایت کے ساتھ حضرت جابر سے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو وہ ناقص ہے مگر وہ نماز جو امام کے پیچھے ہو۔

حضرت جابر سے یہ روایت مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر وہ نماز جو سورہ فاتحہ کے بغیر پڑھی جائے وہ ناقص ہے مگر وہ نماز جو امام کے پیچھے ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

رِجَالُهُ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ
راوی ثقہ ہیں۔

(شرح مقنع للکبیر جلد ۲ ص ۱۸۷ حاشیہ معنی)

انیسویں حدیث :- حضرت عبداللہ بن یحیٰیؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

هَلْ قَرَأَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ آيَاتِ
قَالُوا نَعَمْ قَالَ إِنِّي أَقُولُ مَا لِي
أَنَارِعُ الْقُرْآنَ فَإِنَّهُي النَّاسُ عَنِ
الْقِرَاءَةِ مَعَهُ حِينَ قَالَ خَالِدٌ
(مذاہم جلد ۵ ص ۳۴۵)

کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ
قرأت کی ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا
ہاں حضرت قرأت کی ہے آپ نے ارشاد
فرمایا کہ اسی لیے تو میں (دل میں) کہہ رہا تھا
کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قرأت میں کیوں
منازعہ اور کشمکش ہو رہی ہے؟ جب آپ کا یہ ارشاد
سنا تو لوگوں نے آپ کے پیچھے قرأت ترک کر دی

امام ابو بکرؓ و المتوفی ۸۰ھ) اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :-

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَرِجَالُ أَحْمَدَ رِجَالُ
الصَّحِيحِ (مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۰۹)
اس حدیث کو امام احمدؒ نے روایت کیا
ہے اور امام احمد کی حدیث کے راوی سب
بخاری شریف کے راوی ہیں۔

یہ صحیح روایت بھی اس امر کی واضح دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنے پیچھے اقامت کرنے والوں کو قرأت سے منع کر دیا تھا اور انہوں نے تعمیل حکم

کرتے ہوئے آپ کے پیچھے قرأت ترک کر دی تھی کیونکہ امام کے ساتھ قرأت کرنے میں گواہت ہی کیوں نہ ہو نماز نعت ہوتی ہے اور یہ رُفح نماز کے خلاف ہے بیستویں حدیث :- حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ایک طویل حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض الموت میں امامت حضرت ابوبکرؓ کے سپرد کی اور خود نمازیں گھر میں پڑھتے رہے ایک مرتبہ آپ کو بیماری میں قدرے افاقہ ہوا تو دو آدمیوں کے سہارے آہستہ آہستہ چل کر مسجد کی طرف روانہ ہوئے اور آپ کے پاؤں مبارک زمین پر گھسٹتے جلتے تھے حضرت ابوبکرؓ نماز پہلے شروع کر چکے تھے اور ایک حد تک قرأت ہو چکی تھی آپ صفوں میں سے گزرتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں جیا پیچے چنانچہ وہ پیچھے ہٹ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی جگہ بیٹھ گئے اور امامت کا فریضہ بجالاتے رہے چونکہ بیماری کی وجہ سے آپ بلند آواز سے بول نہیں سکتے تھے اس لیے حضرت ابوبکرؓ نے مُبَکَّر کا فریضہ انجام دیا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں سے قرأت شروع کی جہاں تک ابوبکرؓ قرأت کر چکے تھے۔

وَلَا تَقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ حَتَّىٰ تَسْمَعُ رَجُلًا مِّنْكُمْ يَقْرَأُ مِنْهُ

(ابن ماجہ ص ۵۵)

اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ :-

فَقَرَأَ مِنْ الْمَكَانِ الَّذِي بَلَغَ
 الْبُؤَيْكِرُ مِنَ السُّورَةِ (مسند احمد جلد ۲۹)
 ابو بکرؓ سورۃ کے جس مقام تک پہنچ چکے
 تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے
 شروع کی۔

اور ایک روایت میں اس طرح ارشاد ہوا ہے کہ :-
 فَاسْتَقَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 مِنْ حَيْثُ انْتَهَى الْبُؤَيْكِرُ مِنَ الْقُرْآنِ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں
 سے قرأت قرآن کا آغاز کیا جہاں تک ابو بکرؓ
 پر ٹھہر چکے تھے۔ (سنن الکبریٰ جلد ۳ ص ۸)

یہ روایت طحاوی جلد ۱ ص ۲۳۵ مشکل الآثار جلد ۲ ص ۲ طبقات ابن سعد
 جلد ۲ ص ۱۲ نصب الرأیہ جلد ۲ ص ۱۵۸ اور درایہ متاویغہ میں مذکور ہے حافظ ابن
 حجرؒ فرماتے ہیں مسند احمد اور ابن ماجہ کی سند قوی ہے۔ فتح الباری جلد ۵ ص ۶۲ اور
 دوسرے مقام پر لکھتے ہیں واسنادہ حسن (جلد ۲ ص ۱۳۸)

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجودیکہ سورۃ
 فاتحہ کلاً (یا بعضاً) نہیں پڑھی پھر بھی آپ کی نماز ہو گئی غور فرمائیں کہ آپ بیمار
 تھے خود نہیں چل سکے بلکہ دو آدمیوں کے سہارے چلتے تھے پاؤں مبارک زمین پر
 گھسٹتے رہے نماز پہلے شروع ہو چکی تھی آہستہ آہستہ چل کر مسجد میں صفوں میں
 گزر کر مصلیٰ پر پہنچے سورۃ فاتحہ کی سات آیتیں بھلا اس وقت ختم نہ ہو سکی ہونگی؟
 حضرت امام شافعیؒ اور حافظ ابن حجرؒ اس کی تصریح کرتے ہیں کہ آخری بیماری میں

آپ نے صرف یہی ایک نماز باجماعت ادا کی تھی در کتاب الام جلد ۲ صفحہ ۱۵۵ مفتوح
الباری جلد ۲ صفحہ ۱۴۵، اگر سورہ فاتحہ کے بغیر نماز ناقص، بے کار، باطل اور
کالعدم ہوتی ہے جیسا کہ کہنے والے کہتے ہیں تو آپ کی یہ آخری نماز تو نہ ہوئی
معاذ اللہ۔

قارئین کرام! روایات اگرچہ اس مسئلہ پر اور بھی ہیں اور پیش کی جاسکتی
ہیں لیکن ہم انہی پر اکتفا کرتے ہیں منیب اور سمجھدار کے لیے یہ کافی ہیں ضدی
اور نادان کے لیے دفتر کے دفتر بھی بے کار ہیں۔

باب سوم

اہل اسلام سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ قرآن کریم اور حدیث شریف کے بعد دینی مسائل میں جن حضرات کی طرف نگاہیں اٹھ سکتی ہیں وہ شمع نبوت کے پرولنے اور فیض رسالت سے مستفید صحابہ کرامؓ کی مخلص جماعت ہی ہو سکتی ہے اور ان کے بعد تابعینؓ اور اتباع تابعین کا دور ہے۔ کیونکہ یہی وہ حضرات ہیں جو خیر القرون کے درخشندہ ستارے تھے جن کی سعی بلیغ کی بدولت دنیا کے کفر و منکر میں روشنی پھیلی بدعات و رسوم کا خاتمہ ہوا جمالت و تاریکی دنیا سے نیست و نابود ہوئی علم و عرفان کی روحانی بارش سے دلوں کی دنیا میں ایمان و بصیرت کی شادابی پیدا ہوئی مسئلہ قرأت خلف الامام کے بارے میں بعض صحابہ کرامؓ اور تابعینؓ اتباع تابعینؓ اور بعض دیگر ائمہ عظامؓ کے آثار و اقوال پیغمبرؐ کے جلتے ہیں عور سے ملاحظہ فرمائیں۔ ان خلفاء راشدینؓ: امام عبدالرازقؒ حضرت موسیٰ بن عقبہؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ۔

(۱) اَنَّ اَبَا بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ
يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ اِمَامٍ
(بحوالہ عمدۃ القاری جلد ۳ ص ۱۷۰ و علاء السنن

حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت
عثمانؓ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے
منع کرتے تھے۔

جلد ۳ ص ۱۷۰)

(۲) امام محمدؒ نے مؤطا میں محمد بن عجلانؒ سے بواسطہ داؤد بن قیس نقل کیا
ہے کہ :-

اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لَيْتَ
لِي فِيمَ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ
حَجْرًا۔ (مؤطا امام محمد ص ۹۸)

حضرت عمرؓ نے فرمایا کاش جو شخص امام
کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ
میں پتھر ڈالے جائیں۔

(۳) امام عبدالرازقؒ اپنے مصنف میں روایت کرتے ہیں کہ :-

قَالَ عَلِيُّ بْنُ مَسْرُودٍ قَرَأْتُ مَعَ الْاِمَامِ
فَلَيْسَ عَلَى الْفِطْرَةِ۔

حضرت علیؓ نے فرمایا جس شخص نے امام کے
ساتھ قرأت کی وہ فطرت پر نہیں۔

(بحوالہ الجوهر النقی جلد ۲ ص ۱۶۹)

(۴) حافظ ابو عمر بن عبدالبرؒ لکھتے ہیں کہ :-

ثَبَّتَ عَنْ عَلِيٍّ وَسَعْدِ بْنِ زَيْدٍ
ثَابِتٍ اَنَّهُ قَالَ لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْاِمَامِ
لَوْ فِيمَا اسْتَمَرُوا لَوْ فِيمَا جَهَرُوا (بحوالہ الجوهر النقی ص ۱۶۹)

حضرت علیؓ اور حضرت سعدؓ اور حضرت زیدؓ
بن ثابتؓ ثابت ہے کہ امام کے ساتھ نہ تہی
نمازوں میں قرأت کی جاسکتی ہے اور نہ جہری نمازوں میں

۱۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ (۱) امام ابو بکر بن ابی شیبہؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ابن مسعودؓ سے دریافت کیا۔

اَقْرَأُ خَلْفَ اِذَا مَا رَفَعَا اِنْ فِي الصَّلَاةِ شُغْلًا وَسَكَتُكَ قِرَاءَةً اِلَا مَامَ۔ (الجواب النقی جلد ۲ ص ۱۷۱)

کیا میں امام کے پیچھے قرأت کر سکتا ہوں تو حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ امام قرأت میں مشغول ہے اور تجھے امام کی قرأت کافی ہے

(۲) حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا۔

لَیْسَ الَّذِیْ یَقْرَأُ خَلْفَ اِذَا مَامَ مِلِّیْ قُوَّةً مُّتَابًا۔

کاش کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے

(طحاوی جلد ۱ ص ۱۰۷ جوہر النقی جلد ۲ ص ۱۲۹)

(۳) امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن مسعودؓ سے سوال کیا کہ۔

عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ اِذَا مَامَ فَقَالَ اَنْصِتْ لِلْقُرْآنِ فَإِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغْلًا وَسَكَتُكَ ذَلِكَ اِلَا مَامَ۔ (سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۱۶۱)

کیا امام کے پیچھے قرأت کی جاسکتی ہے؟ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ قرآن کے لیے خاموش رہو۔ امام قرأت میں مشغول ہے اور تجھے امام کی قرأت کافی ہے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ (۱) امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے دریافت کیا۔

اَقْرَأُ اِلَا مَامَ بَيْنَ يَدَيَّ قَالَ لَا

کہ کیا میں امام کے پیچھے قرأت کر سکتا ہوں؟

(طحاوی جلد ۱۲۹ الجواز النفی جلد ۲ و آثار السنن جلد ۱) حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا ہرگز نہیں۔

(۲) حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے سوال کیا گیا :-

قِيلَ لَهُ: إِنَّ أُنَاسًا يَقْرَأُونَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَقَالَ لَوْ كَانَ لِي عَلَيْهِمْ سَبِيلٌ لَقَلَعْتُ أَلْسِنَتَهُمْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فَكَانَتْ قِرْأَتُهُ لَنَا قِرَاءَةً وَسُكُوتُهُ لَنَا سُكُوتًا۔

کہ کچھ لوگ ظہر اور عصر کی نماز میں قرأت کرتے ہیں کیا یہ درست ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اگر ان پر میرا بس چلتا تو میں انکی زبانیں کھینچ دیتا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں قرأت کی ہمیں بھی قرأت کرنی چاہیئے اور جہاں آپؐ سکوت فرمایا ہمیں بھی سکوت کرنا چاہیئے۔

(طحاوی جلد ۱۲۱)

اس اثر میں اگرچہ خلف الامام کی قید موجود نہیں ہے لیکن ہدفی تا مل یہ بات بخوبی معلوم ہو سکتی ہے کہ امام اور منفرد کو تو بالاتفاق قرأت کرنا ضروری ہے پھر نہ معلوم حضرت ابن عباسؓ جیسے تڑجھان القرآن اور حبر الامۃ ان لوگوں کی زبانیں کھینچنے کے لیے کیوں آمادہ ہو گئے تھے؟ ناچار یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ لوگ امام کے پیچھے قرأت کرنے تھے اور حضرت ابن عباسؓ نے ان کی اس مذہوم حرکت پر انتہائی نفرت کی اور یہ بھی مت بھولئے کہ پڑھنے والے ظہر اور عصر کی نماز میں پڑھتے تھے جو بالاتفاق سری نمازیں ہیں۔

اثر حضرت زید بن ثابتؓ: حضرت امام ثانیؒ: امام مسلمؒ اور امام ابو عوانہؒ، حضرت

زید بن ثابتؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ :-

قَالَ لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْإِمَامِ فِي شَيْءٍ
(نسائی جلد ۱ ص ۲۱۵ مسلم جلد ۱ ص ۲۱۵، ابوعوانہ

جلد ۲ ص ۲۰۴)

حضرت زید بن ثابتؓ کا یہ اثر اس امر کی واضح دلیل ہے کہ امام کے ساتھ مقتدی کو کسی نماز میں قرأت کا حق نہیں ہے۔

اثر حضرت عبداللہ بن عمرؓ (۱) امام طحاویؒ عبید اللہ بن مقسم کی روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے۔

إِنَّهُ سَأَلَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ وَ
زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَجَابِرَ فَقَالُوا
لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي شَيْءٍ مِنَ
الصَّلَاةِ. (طحاوی جلد ۱ ص ۱۲۹) (زبیری جلد ۱
ص ۱۲)

(۲) إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ
إِذَا سُئِلَ هَلْ يَقْرَأُ أَحَدٌ
خَلْفَ الْإِمَامِ قَالَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ
خَلْفَ الْإِمَامِ فَحُسْبُهُ قِرَاءَةً

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت زید
بن ثابتؓ اور حضرت جابرؓ سے قرأت خلف
الامام کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب
دیا کہ امام کے پیچھے تمام نمازوں میں کوئی
قرأت نہیں کی جاسکتی۔

جب حضرت ابن عمرؓ سے قرأت خلف الامام
کے بارے میں سوال کیا جاتا تھا تو ابن عمرؓ فرماتے
تھے کہ جب کوئی آدمی امام کے پیچھے نماز
پڑھے تو امام کی قرأت اسکو کافی ہے اور جب

اکیلا پڑھے تو قرأت کرے اور ابن عمرؓ امام
کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

إِلْمَامٌ وَإِذَا صَلَّيَ وَحْدَهُ فَلْيَقْرَأْ
وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَقْرَأُ خَلْفَ
إِلْمَامٍ۔ (موطا امام مالک ص ۲۹ و
دارقطنی ص ۱۵۱)

حضرت ابن عمرؓ کے مذکورہ آثار اس بات پر کافی و شافی دلیل ہیں کہ موصو
قرأت خلف الامام کے قائل نہ تھے۔

انرا حضرت ابوہریرہؓ و ام المؤمنین حضرت عائشہؓ امام بیہقی روایت فرماتے ہیں کہ۔
انہما کان یامران بالقراءة اذا
لعبتھما۔ (سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۱۶۱)

حضرت عائشہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ امام
کے پیچھے ظہر اور عصر کی نماز میں فاتحہ و
شیء من القرآن کا حکم دیتے تھے اور حضرت
عائشہؓ ظہر اور عصر کی پچھلی دو رکعتوں میں
صرف فاتحہ پڑھتی تھیں۔

(۲) انہما کان یامران بالقراءة
فی الظہر والعصر فی الرکعتین
الأولیین بفاتحۃ الكتاب
وشیء من القرآن وكانت
عائشۃ تقرأ فی الأخویین
بفاتحۃ الكتاب (سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۱۶۱)

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ جہری
نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کے قائل نہ تھے صرف ظہر اور عصر کی ساری

نمازوں میں وہ قرأت کے قائل اور اس پر عامل تھے اور وہ دونوں پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے علاوہ وشیء من القرآن کے بھی قائل تھے لیکن فریق ثانی اس کا قائل نہیں ہے نیز اس دوسری روایت سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ ظہر اور عصر کی کئی پہلی دو رکعتوں میں حضرت ابوہریرہؓ قرأت فاتحہ کے قائل نہ تھے ہاں حضرت عائشہؓ کا اس پر عمل تھا۔

اثر حضرت سعدؓ :- حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ :-

وَدِدْتُ أَنَّ الَّذِي يُقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيهِ جَمْرَةٌ (جزء القراءة م) و
موطا امام محمد ص ۹۸
میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کے منہ میں آگ کی چمکاری ڈال دی جائے۔

اثر حضرت انسؓ :- حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ :-

مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ مِلِّيَ فَوْهُ نَارًا (نصيب الریہ للزیلعی جلد ۲ ص ۱۹)
جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کا منہ آگ سے بھر دیا جائے۔

اثر حضرت علقمہ بن قیسؓ :- حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ابوہریرہؓ نے کہا ہے

مَا قَرَأَ عُلُقَمَةُ بْنُ قَيْسٍ قَطُّ

علقمہ بن قیسؓ نے امام کے پیچھے کبھی قرأت

نہیں کی نہ جہری نمازوں میں اور نہ سری نمازوں میں۔

(بحوالہ تعین الحسن جلد ۱ ص ۹)

(۱۲) عَنْ أَبِي رَاسْحٍ أَنَّ عَلْقَمَةَ قَالَ
وَدِدْتُ أَنَّ النَّبِيَّ يَقْرَأُ خَلْفَ
إِمَامٍ مُبْلَى قُوَّةُ أَحْسَبُهُ قَالَ
قُرَابًا أَوْ رَضْفًا۔

(البحر المفی جلد ۲ ص ۱۶۹)

ابو اسحقؒ فرماتے ہیں کہ علقمہؒ نے فرمایا
کہ میں پسند کرتا ہوں کہ جو شخص امام کے
پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ کو بھر دیا
جائے ابو اسحقؒ کہتے ہیں کہ میرے خیال میں انہوں
نے کہا ہے کہ مٹی سے یا گرم پتھر سے۔

اثر عمرو بن ميمونؒ۔ حضرت ابن مسعودؓ کے تلامذہ سے سوال کیا گیا جن میں سے
حضرت عمرو بن ميمونؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت کسنی چاہیے
یا نہیں؟ تو۔

كُلُّهُمْ يَقُولُونَ لَا يَقْرَأُ خَلْفَ
إِمَامٍ (تعلیق الحسن جلد ۱ ص ۹۲)

حضرت ابن مسعودؓ کے ان سب تلامذہ نے
کہا کہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کسنی چاہیے

اثر اسود بن یزیدؒ۔ مشہور تابعی حضرت اسود بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ

لَا تَنْفَعُ جُمُرَةٌ أَحَبُّ رَأْسٍ

میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اپنے منہ

مَنْ أَنْفَأُ خَلْفَ إِمَامٍ أَكْثَمُ

میں آگ کی چٹکاری ڈال لوں بجائے اس کے

أَنَّهُ يَقْرَأُ (تعلیق الحسن جلد ۱ ص ۹۲)

کہ میں امام کے پیچھے قرأت کر دوں جب کہ مجھے

واسنادہ صحیحہ)

اس کی قرأت کا علم ہے۔

اثر اسود بن غفلةؒ۔ ولید بن قیسؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت اسود بن غفلةؒ
سے سوال کیا کہ۔

اَقْرَأْ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ
قَالَ لَا رَتْعَلِيقَ الْحَسَنَ جَدًا
کیا میں ظہر اور عصر کی نماز میں امام کے پیچھے
قرأت کر سکتا ہوں؟ انہوں نے فرمایا
نہیں۔ (۹۰ واسناد صحیح)

اثر ۱۳ نافع بن جبیرؓ :- امام مالکؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت نافع بن جبیرؓ
كَانَ يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيمَا لَا
يُجْهَرُ فِيهِ الْإِمَامُ - دَمُوعًا أَمَّا مَالِكٌ
امام کے پیچھے صرف سسری نمازوں
میں قرأت کیا کرتے تھے۔

اثر ۱۴ سعید بن مسیبؓ :- حضرت ابن مسیبؓ فرماتے ہیں کہ :-
أَنْصَبْتُ لِلْإِمَامِ رَتْعَلِيقَ الْحَسَنَ
مَلَا وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ
امام کے پیچھے خاموشی اختیار کر دیا اور
قرأت نہ کیا کرو۔

اثر ۱۵ سعید بن جبیرؓ :- بشرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن جبیرؓ سے
سوال کیا کہ :-

عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ قَالَ
لَيْسَ الْقِرَاءَةُ خَلْفَ الْإِمَامِ
کیا امام کے پیچھے قرأت کی جاسکتی ہے؟
فرمایا امام کے پیچھے کسی قسم کی کوئی
قرأت نہیں کی جاسکتی۔ (تعلیق الحسن جلد ۱ مندرجات)

کلمہ ثقات

اثر ۱۶ عروہ بن زبیرؓ :- امام مالکؒ روایت نقل فرماتے ہیں کہ :-
أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ
وہ امام کے پیچھے صرف سسری نمازوں

إِذَا لَمْ يَجْهَرْ فِيهِ إِلَّا مَامٌ - میں قرأت کیا کرتے تھے۔

(موطا امام مالک ص ۲۹ کتاب القراءۃ ص ۲)

اثر ابراہیم نخعی:۔ حضرت ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ

أَوَّلُ مَا أَخَذَ لَوْ الْقِرَاءَةُ خَلْفَ
الْإِمَامِ وَكَانُوا لَا يَقْرَأُونَ - لوگوں نے قرأت خلف الامام کی بدعت
ایجاد کی ہے اور وہ (یعنی صحابہ کرامؓ) امام

الجوہر النقی جلد ۲ ص ۱۶۹ کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

اثر قاسم بن محمد:۔ امام مالکؒ روایت نقل فرماتے ہیں کہ:۔

كَانَ يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيمَا لَا
يَجْهَرُ فِيهِ إِلَّا مَامٌ - وہ امام کے پیچھے صرف سہری نمازوں
میں قرأت کیا کرتے تھے۔

حضرت امام سفیان بن عیینہؒ:۔ امام ابو داؤدؒ حضرت عبادہ بن صامتؓ کی
مرفوع حدیث کا مطلب یہ لکھتے ہیں کہ:۔

لَا صَلَوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاحِشَةِ الْكِتَابِ
فَصَلِحًا قَالَ سَفِيَانٌ لِمَنْ يَصَلِّي
وَحْدَهُ - (ابو داؤد جلد ۱ ص ۱۱۱) جس شخص نے سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو اسکی
نماز نہیں ہوتی امام سفیانؒ فرماتے ہیں کہ
یہ حکم منفرد کے لیے ہے۔

یعنی امام سفیانؒ بھی قرأت خلف الامام کے قائل نہیں ہیں اور فرماتے ہیں کہ
کہ قرأت فاتحہ کا حکم مقتدی کے لیے نہیں ہے بلکہ منفرد کے لیے ہے۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ:۔ حضرت شیخ صاحب غنیۃ الطالبین میں

ازقام فرماتے ہیں کہ :-

إِنْ كَانَ مَأْمُورًا يُنْصَبُ
إِلَى قِرَاءَةِ الدُّمَامِ وَيُفْهِمُهَا -

(غنیۃ الطالبین طبع مصر ص ۶۷)

اگر مقتدی ہے تو امام کی قراۃ کے لیے
غاموش ہے اور اس کو سمجھنے کی کوشش
کرے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ :-

وَأَدْمُرُ بِاسْتِمَاعِ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ
وَالْإِنْصَاتِ لَهُ مَنْكُورٌ فِي الْقُرْآنِ
وَفِي السُّنَّةِ الصَّحِيحَةِ وَهُوَ إجماعُ
الْأُمَّةِ فِيمَا زَادَ عَلَى الْفَاتِحَةِ وَهُوَ
قَوْلُ جَاهِلِ السَّلَفِ مِنَ الصَّحَابَةِ
وَعِوْضُهَا وَهُوَ أَحَدُ قَوْلِي الشَّافِعِيِّ
وَأَخْتَارَهُ طَائِفَةٌ مِنْ حُدَاتِ
أَصْحَابِهِ كَالرَّازِيِّ وَابْنِ مُحَبِّدٍ
عَبْدُ السَّلَامِ فَإِنَّ الْقِرَاءَةَ مَعَ جَهْرِ النَّامِ
مَنْكَرَةٌ مُخَافٌ لِلْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ وَ
مَا كَانَ عَلَيْهِ عَامَّةُ الصَّحَابَةِ
(تنوع العبادات ص ۸۷)

امام کی قرأت سُننے اور اس کے لیے چپ ہونے
کا حکم قرآن کریم اور صحیح حدیث میں مذکور
ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ
مقتدی پر سورۃ فاتحہ کے بعد اور کوئی قرأت نہیں
ہے اور یہی جمہور سلف اور اکثر صحابہ کا مسلک ہے
کہ مقتدی پر نہ سورۃ فاتحہ کی قراۃ ضروری
ہے اور نہ کسی اور سورت کی امام شافعی کا بھی
ایک قول یہی ہے اور ان کے پیروکاروں میں
جو بڑے ماہر تھے مثلاً امام رازی اور امام ابن
عبد السلام ان کا بھی یہی قول ہے اور اسی کو
انہوں نے پسند کیا ہے کیونکہ جہر امام کے
وقت کا پڑھنا قرآن وسنت کے خلاف ہے۔

اور فی نفسہ برابر بھی ہے اور اکثر صحابہ کرام
کے تعامل کے بھی برابر قیامت ہے۔

حافظ ابن القسیمؒ :- حافظ ابن قیمؒ قراۃ خلف الامام کی تحقیق میں ارشاد
فرماتے ہیں کہ :-

فَقَرَأَهُ الْإِمَامُ وَسُتِرَتْ قِرَاءَتُهُ
بِمَنْ خَلْفَهُ وَسُتِرَ لَهُ -

پس امام کی قراۃ مقتدی کی قراۃ ہے اور
امام کا سترہ مقتدی کا سترہ ہے۔ یعنی
نہ تو مقتدی کو الگ قراۃ کی ضرورت ہے
اور نہ جدا سترہ کی حاجت ہے۔

(کتاب الروح لابن القسیم ص ۱۶۶)

امام ابن قدامہؒ :- امام موفق الدین ابن قدامہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

وَجُمْلَةُ ذَلِكَ أَنَّ الْقِرَاءَةَ غَيْرُ
وَاجِبَةٍ عَلَى الْعُتْمَرِ، فِيمَا جَهَرَ بِهِ
الْإِمَامُ وَلَا فِيمَا أَسْتَرَّ بِهِ نَصٌّ عَلَيْهِ
أَحْمَدٌ فِي رِوَايَةِ الْجَمَاعَةِ وَبِهِذَلِكَ
قَالَ الزُّهْرِيُّ وَالثَّوْرِيُّ وَابْنُ عُيَيْنَةَ
وَالْبُخَارِيُّ وَاسْمَاعِيلُ -

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قراۃ امام کے پیچھے نہ
توجہری نمازوں میں واجب ہے اور نہ سہری
نمازوں میں ایک بڑی جماعت امام احمدؒ
سے اس کی نص نقل کی ہے اور یہی امام
زہریؒ، سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ، ابو
حنیفہؒ اور اسحاق بن راہویہؒ کا مسلک ہے

(معنی لابن قدامہ جلد ۱ ص ۶۷)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ :- امام موفق الدین ابن قدامہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

قَالَ أَحْمَدُ مَا سَمِعْنَا أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ يَقُولُ إِنَّ الْإِمَامَ إِذَا جَهَرَ بِالْقِرَاءَةِ لَا يُخْرِجُ صَلَوةً مَنْ صَلَّى خَلْفَهُ إِذَا لَمْ يَقْرَأْ وَقَالَ هَذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ وَالتَّابِعُونَ وَهَذَا أَمَّا لِكُفٍّ فِي أَهْلِ الْحِجَازِ وَهَذَا الثَّوْرِيُّ فِي أَهْلِ الْعِرَاقِ وَهَذَا الْأَوْزَاعِيُّ فِي أَهْلِ الشَّامِ وَهَذَا اللَّيْثُ فِي أَهْلِ مِصْرَ مَا تَالُو الرِّجُلُ صَلَّى وَقَرَأَ إِمَامُهُ وَلَمْ يَقْرَأْ هُوَ صَلَوةٌ بِاطِلَةٌ. (معنی ابن قدامہ جلد ۱)

۲۶ وشرح مفہوم جلد ۲ ص ۱۳۱

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب - امام ولی اللہ فرماتے ہیں کہ :-

إِنْ كَانَ مَا مُؤْمَا وَجِبَ عَلَيْهِ الْإِنْعَاتُ وَالْإِسْتِمَاعُ فَإِنْ جَهَرَ الْإِمَامُ لَمْ يَقْرَأْ إِلَّا عِنْدَ إِسْكَاتِهِ

امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ ہم نے اہل اسلام میں سے کسی سے یہ نہیں سنا جو یہ کہتا ہو کہ جب امام جہر سے قراۃ کرتا ہو اور مقتدی اس کے پیچھے قرأت نہ کرے تو مقتدی کی نماز باطل ہو جاتی ہے اور فرمایا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں اور یہ آپ کے صحابہ اور تابعین ہیں اور یہ ہیں امام مالک اہل حجاز ہیں اور یہ ہیں امام ثوری اہل عراق میں اور یہ ہیں امام افزاعی اہل شام میں اور یہ ہیں امام لیث اہل مصر ہیں ان میں سے کسی ایک نے یہ نہیں کہا کہ جب کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کا امام قرأت کرے اور مقتدی خود قراۃ نہ کرے تو مقتدی کی نماز باطل ہو جاتی ہے

اور اگر مقتدی ہو تو اس پر خاموش رہنا اور سننے کے لیے توجہ کرنا واجب ہے پس اگر امام جہر سے پڑھے تو مقتدی قراۃ نہ کرے اور

فَإِنْ خَافَتْ فَلَهُ الْخَيْرَةُ فَإِنْ قَرَأَ
فَلْيَقْرَأْ الْفَاتِحَةَ قِرَاءَةً لَا يُشَوِّشُ عَلَى
الْإِمَامِ وَهَذَا أَوَّلُ الْأَقْوَالِ عِنْدِي
وَبِهِ يَجْمَعُ بَيْنَ أَحَادِيثِ الْبَابِ
وَالسِّرِّ فِيهِ مَا نَصَّ عَلَيْهِ أَنَّ الْقِرَاءَةَ
مَعَ الْإِمَامِ تُشَوِّشُ عَلَيْهِ وَتَقُوتُ
التَّكْبِيرَ وَتُخَالِفُ تَعْظِيمَ الْقُرْآنِ
وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرَأُوا سِرًّا
لِذَلِكَ الْعَامَّةُ مَتَى أَرَادُوا أَنْ يُصَلُّوا
الْمُرُوفَ بِاجْتِمَاعِهِمْ كَانَتْ لَهُمْ
لَجَّةٌ مُشَوِّشَةٌ فَجَعَلَ فِي النَّهْيِ
عَنِ التَّشْوِيشِ وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْهِمْ
مَا يُؤَدِّي إِلَى الْمُنْهَى وَابْقَى خَيْرَةً
لِمَنْ اسْتَطَاعَ وَذَلِكَ غَايَةُ
الرَّحْمَةِ بِالْأُمَّةِ انْتَهَى

(حجة الله البالغة للإمام ولی الله
الدهلوی جلد ۲ ص ۷ طبع مصر)

اگر امام آہستہ پڑھے تو مقتدی کو اختیار
ہے پس اگر مقتدی پڑھے تو فاتحہ پڑھے
اس طرح کہ امام کو خلل میں نہ ڈال دے
اور یہ میرے نزدیک سب سے بہتر قول ہے
اور یونہی اس باب کی حدیثیں باہم جمع کی
جاسکتی ہیں اور راز اس میں یہ ہے
کہ شایع نے صراحت کے ساتھ بنایا
ہے کہ امام کے ساتھ قرأت کرنا اس
کو خلل میں ڈال دیتا ہے اور نہ برکوت
کے دیتا ہے اور تعظیم قرآن کے مخالف ہے
اور تاکید ان کو یہ نہیں فرمایا کہ وہ ضرور آہستہ
پڑھیں کیونکہ عام لوگ جب مل کر تصحیح صرف
کا ارادہ کریں گے تو ان کی آواز بلند ہوگی جو
باعث تشویش ہوگی سو اس تشویش کی نہی میں
تو تاکید آئی ہے مگر آہستہ پڑھنے کی تاکید نہیں تاکہ یہ
اس ممنوع حد تک ان کو نہ پہنچے اور اختیار دیا گیا
ہے کہ جو پڑھ سکتا ہے وہ پڑھے اور یہ امت کے ساتھ انتہائی رحمت

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ :- امام طحاویؒ قراءۃ خلف الامام کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

فَلَمَّا كَانَتْ الْقِرَاءَةُ مُخَالَفَةً لِذَلِكَ
وَسَاقِطَةً فِي حَالِ الضَّرُورَةِ
كَانَتْ فِي النَّظَرِ اَيْضًا سَاقِطَةً فِي
غَيْرِ حَالِهِ الضَّرُورَةِ فَهَذَا هُوَ النَّظَرُ
فِي هَذَا هُوَ قَوْلُ ابْنِ حَنِيفَةَ وَابْنِ
يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى

طحاوی

جلد ۱

ص ۱۰۷

یعنی اگر کوئی مقتدی بحالت رکوع نماز میں
شریک ہو تو اس سے قراءت ساقط ہو
جاتی ہے مگر جو چیز اس پر فرض ہے مثلاً
تکبیر تحریمہ تو وہ اس سے اس ضرورت کے پیش نظر
بھی ساقط نہیں ہوتی جب قراءۃ کا حکم اس کے
خلاف ہے تو معلوم ہوا کہ جیسے وہ حالت ضرورت میں ساقط
ہے اسی طرح غیر ضرورت کی حالت میں بھی ساقط ہے کیونکہ وہ
فرض نہیں ہے قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ قراءت مقتدی
پر فرض نہیں ہے اور یہی امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ
اور امام محمدؒ کا قول ہے۔

مبارکپوری صاحبؒ لکھتے ہیں کہ امام محمدؒ مؤطا میں لکھتے ہیں کہ امام کے پیچھے
قراءت نہ کرنی چاہیے خواہ امام جہر سے قراءت کرتا ہو یا آہستہ اسی پر عام آثار دلالت
کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہؒ کا مسلک اور مذہب بھی یہی ہے، تحفۃ الاحوذی ص ۲۵
اور یہ مسلک اسی طرح مؤطا امام محمد ص ۹۷ جامع المسابہ جلد ۱ ص ۳۲ فتح القدیر جلد ۲ ص ۲۴
اور روح المعانی جلد ۹ ص ۱۲۵ اور کتاب الآثار ص ۴ میں بھی مذکور ہے۔ حافظ ابن

ہمام فرماتے ہیں کہ جنہوں نے امام محمدؒ سے امام کے پیچھے مقتدی کے لیے قراءۃ سورۃ فاتحہ کو مستحسن نقل کیا ہے ان کی غلطی ہے ان کا قول بھی امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کی طرح ممانعت کا ہے (بحوالہ فتح الملہم جلد ۲ ص ۱۸)

حضرت امام شافعیؒ :- امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

(۱) وَالْعَدُّ فِي تَرْكِ الْقِرَاءَةِ بِأَمْرِ الْقُرْآنِ وَالْخَطَا سَوَاءٌ فِي أَنْ لَا تُجْزَى رُكْعَةً إِلَّا بِهَا أَوْ بِشَيْءٍ مَعَهَا إِلَّا مَا يَذْكَرُ مِنَ الْمَأْمُورِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى (كتاب الامم للمصنف)

سورۃ فاتحہ کا دیدہ و النستہ ترک کرنا اور بھول کر ترک کرنا دونوں کا ایک ہی حکم ہے کہ کوئی رکعت سورۃ فاتحہ یا اس کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھنے کے سوا جائز نہیں ہو سکتی ہاں مگر مقتدی کا حکم آگے بیان کیا جائے گا انشاء اللہ۔

اور پھر آگے ارقام فرماتے ہیں کہ :-

(۲) فَرَأَيْتُ عَلَى مَنْ صَلَّى مِنْفَرًا أَوْ إِمَامًا أَنْ يَقْرَأَ بِأَمْرِ الْقُرْآنِ فِي كُلِّ رُكْعَةٍ لَا يُجْزِيهِ غَيْرُهَا وَأُحِبُّ أَنْ يَقْرَأَ مَعَهَا شَيْئًا آيَةً أَوْ أَكْثَرَ وَسَأَذْكَرُ الْمَأْمُورَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ

(كتاب الامم جلد ۱ ص ۹۳)

پس منفرد اور امام پر واجب ہے کہ وہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھیں اس کے علاوہ کوئی اور سورۃ کفایت نہیں کر سکتی اور میرزا ولیہ یہ زیادہ پسندیدہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھیں ایک آیت ہو یا اس سے زیادہ اور مقتدی کا حکم میں آگے بیان کر دیا انشاء اللہ

(۳) وَنَحْنُ نَقُولُ كُلُّ صَلَاةٍ
صَلَّيْتُ خَلْفَ الْإِمَامِ وَالْإِمَامُ
يَقْرَأُ فِيهَا قِرَاءَةً لَا يُسْمَعُ فِيهَا قِرَاءَةً
فِيهَا. (کتاب الامجد، ص ۱۵۱)

اور ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ نماز جو امام کے
پیچھے پڑھی جائے اور امام ایسی قراۃ پکارتا ہو
جو سنی نہ جائے تو مقتدی ایسی نماز میں
قراۃ کرے۔

امام شافعیؒ کی ان تینوں عبارتوں سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ سورۃ فاتحہ
کی قراۃ میں منفرد اور امام کا حکم جدا اور مقتدی کا حکم الگ ہے امام اور منفرد
پر بہر حال قراۃ فاتحہ واجب ہے خواہ نماز جہری ہو یا سری لیکن مقتدی پر جہری
نماز میں قراۃ نہ واجب ہے اور نہ ہی درست ہے مقتدی صرف قراۃ لَا
يُسْمَعُ فِيهَا کی صورت میں قراۃ کر سکتا ہے یعنی سری نماز میں کتاب الام
چونکہ حضرت امام شافعیؒ کی جدید اور آخری کتابوں میں شامل ہے اس لیے امام
موصوف کا آخری قول ہی سمجھنا چاہیے۔

حضرت امام مالکؒ :- امام یحییٰؒ حضرت امام مالکؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ
امام موصوفؒ نے فرمایا کہ :-

يَقُولُ الْإِمَامُ عَيْنَانِ أَنْ يَقْرَأَ الرَّجُلُ
وَدَامَ الْإِمَامُ فِيهَا لَا يَجْهَرُ فِيهِ الْإِمَامُ
بِالْقِرَاءَةِ وَيَتْرُكُ الْقِرَاءَةَ فَيَمَاجْهَرُ
فِيهِ الْإِمَامُ بِالْقِرَاءَةِ۔

امام مالکؒ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک مثلہ
یوں ہے کہ مقتدی جہری نمازوں میں امام
کے پیچھے قراۃ نہ کرے اور سری نمازوں
میں امام کے پیچھے قراۃ کرے۔

(موطا امام مالک ص ۲۹ طبع مجتبائی)

امام موصوف کا یہ مسلک تفسیر کبیر جلد ۴ ص ۵۰ و معالم التنزیل جلد ۲ ص ۱۲۴ و روح المعانی جلد ۹ ص ۱۳۵ وغیرہ میں بھی مذکور ہے حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نمازوں میں قرأت خلف الامام کے قائل تھے لیکن صرف استحبابی طور پر وجوب کے قائل نہ تھے چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں کہ امام مالک و امام احمد تمام نمازوں میں مقتدی کے لیے امام کے پیچھے قرأت سورہ فاتحہ کو واجب نہیں سمجھتے تھے۔ (تحفۃ الاحوذی جلد ۱ ص ۲۵)

قارئین کرام! نہایت اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے ترک القرأت خلف الامام پر ہم نے قرآن کریم۔ کتب تفاسیر۔ صحیح احادیث اور آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین و تبع تابعین اور ائمہ اربعہ اور دیگر بعض بزرگ ائمہ کے حوالے نقل کر دیے ہیں جن کے بارے میں اس مسئلہ میں اختلاف نقل کیا جاتا ہے اور یہ باور کرانے کی بے جا سعی کی جاتی ہے کہ وہ قرأت خلف الامام کے قائل اور اس پر شدت کے عامل تھے آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ ان میں بیشتر حضرات مطلقاً قرأت خلف الامام کے قائل نہیں ہیں اور جو قائل ہیں وہ صرف سب سے نمازوں میں قائل ہیں اور وہ بھی محض استحباب کے طور پر جس کے ترک سے نہ تو نماز باطل و فاسد ہوتی ہے اور نہ بیکار اور کالعدم قرار پاتی ہے جیسا کہ فریق ثانی کا بالکل بے بنیاد دعوئے ہے اللہ تعالیٰ افراط و تفریط اور تعصب و غلو سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین۔

باب چہارم

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس باب میں ہم فریق ثانی کے دلائل کی کچھ کائنات اور تانا بانا بھی عرض کر دیں تاکہ اس مسئلہ پر تصویر کے دونوں رخ سامنے آجائیں اور حقیقت تک پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے اگرچہ فریق ثانی نے بزعم خویش قرآن کریم کی بعض آیتوں سے بھی استدلال کیا ہے اور یہ باور کرانے کی بے جاسعی کی ہے کہ ان آیات سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیے مگر اس طرز استدلال کو بجائے حجت اور دلیل کہنے کے سینہ زوری اور کشید کہنا زیادہ مناسب ہے، کیونکہ ان آیات میں نہ تو لفظ قرأت ہے، اور نہ امام و مقتدی کا کوئی لفظ ہے چہ جائیکہ کہ ان میں ام الكتاب اور فاتحہ کا لفظ موجود ہو اور صحابہ کرام سے لیکر زمانہ حال کے کسی معتبر مفسر نے ان میں کسی آیت کے بارے میں یہ نقل نہیں کیا کہ اس کا شان نزول مسئلہ قرأت خلف اللام ہے

اور اگر کسی نے کہا بھی ہے تو محض اپنے مسلکی اور ذہنی رجحان کی ترجمانی بلکہ تک بندی کی ہے جس کی دلائل سے تائید نہیں ہو سکتی اس لیے ہم ان کو یہاں نقل کر کے اور ان کے جوابات عرض کر کے قارئین کرام کے اذہان کو مشوش نہیں کرنا چاہتے وہ اباحت آپ اصل کتاب احسن الکتب میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس مقام پر ہم صرف بطور نمونہ چند احادیث عرض کریں گے جو فریق ثانی کے نزدیک حجت قاطعہ کا درجہ رکھتی ہیں جب ان سے ان کا استدلال درست نہیں ہو سکتا جیسا کہ آپ ملاحظہ کریں گے تو دوسرے دلائل کا ان کے لیے سودمند نہ ہونا خود بخود واضح ہو جائے گا آخر عقلمندوں نے بلا وجہ تو یہ نہیں کہا کہ ۱۔
قیاس کن زگلستان من بہار مرا

پہلی روایت :- حضرت عبادہ بن الصامتؓ کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ :-

لَا صَلَوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ
الْكِتَابِ (بخاری جلد ص ۱۷۱)
جس نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔

چونکہ اس روایت میں مقتدی اور خلف الامام کی کوئی قید مذکور نہیں اس لیے فریق ثانی کو اس حدیث سے استدلال کرنے میں علوم الی خارجی قرائن اور محدثین کرام کے مفروض اجماع ایسے خوش کن الفاظ سے مدد لینے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے چنانچہ مولانا سعید الرحمن صاحب مبارکپوری لکھتے ہیں کہ لفظ من عام ہے

جس میں امام منقر و اور مقتدی سب داخل ہیں (ابصار المنہج تحقیق الکلام جلد ۱ ص ۱۱) اور مولانا محمد ابراہیم صاحب میر لکھتے ہیں کہ غرض تمام محدثین بالاتفاق اس حدیث کو ہر نماز بعد ہر نمازی پر شامل کہتے ہیں (تفسیر واضح البیان ص ۱۱۷) پہلا جواب :- بلاشبہ سند کے لحاظ سے یہ روایت صحیح ہے لیکن اس روایت سے فہم ثانی کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ دعویٰ خاص اور دلیل عام ہے نہ اس میں مقتدی کی قید موجود ہے اور نہ خلف الامام کی اور جب تک دعویٰ اور دلیل میں مطابقت نہ ہو کسی بالانصاف عدالت میں ایسا دعویٰ ہرگز قبول نہیں ہو سکتا رہا حرف من سم استدلال تو وہ بھی قابل التفات نہیں ہے اس لیے کہ فہم ثانی جب تک یہ نہ ثابت نہ کرے کہ حرف من سم تعمیم میں نص قطعی ہے اور کبھی کسی مفت میں تخصیص کے لیے مستعمل نہیں ہوا تو اس وقت تک دعویٰ اور دلیل میں مطابقت پیدا نہیں ہو سکتی مگر یہ ثابت کرنا کارے دار ویرہ صحیح ہے کہ بعض اوقات حرف من سم عموم کے لیے آتا ہے لیکن بسا اوقات اس سے تخصیص بھی مراد ہو سکتی ہے۔ نہایت اختصار کے ساتھ ہم بعض حوالے درج کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلِيَسْتَغْفِرُوا لِمَنْ فِي الْأَرْضِ (پہا، شوریٰ ۱۰) کہ فرشتے زمین پر بسنے والوں کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ اس آیت میں حرف من سم ہے اور ظاہر ہے کہ تمام زمین پر بسنے والے کے لیے فرشتے طلب مغفرت نہیں کرتے بلکہ صرف مومنوں کے لیے طلب مغفرت کرتے ہیں جیسا کہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبِّ اٰمِنُوْنَ (۱) یعنی فرشتے صرف مومنوں کے لیے طلب استغفار کرتے ہیں نہ یہ کہ ہندؤں، سکھوں، نصرانیوں، یہودیوں اور دیگر کافر اور مشرک قوموں کے لیے استغفار کرتے ہیں خواہ وہ النازل میں ہوں یا جنوں میں۔ تو یہاں حرف مَنْ کا تخصیص کے لیے انا اظہر من الشمس ہے (۲) خداوند ذوالجلال ارشاد فرماتے ہیں:-

عَرَأَيْنَكُمْ مَن فِي السَّمَاءِ اَنْ يَخْسِفَ بِكُمْ اَلْاَرْضَ رِپًا - مَلَكٌ

کیا تم نڈر ہو چکے ہو اُس سبحو آسمان میں ہے اس کے کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے۔

یہاں بھی حرف مَنْ ہے جس سے مراد اللہ کی ذات ہے نہ کہ ہر ایک مَنْ فِي السَّمَاءِ اور قرآن کریم، صحیح احادیث اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ آسمانوں میں فرشتے اور ارواح انبیاء علیہم السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسد عنصری کے ساتھ بلکہ تمام دیگر مومنین کی روحیں آسمانوں میں موجود ہیں اور ایک صحیح روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی وہ اولاد جو اہل النار ہے پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام کے بائیں طرف موجود ہے (مسلم جلد ۱ ص ۹۲) اور آسمان پر کوئی چپہ ایسا نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ خدا تعالیٰ کی عبادت میں مشغول نہ ہو (متحدک جلد ۱ ص ۵۴ صحیح) اس مذکورہ بالا آیت کریمہ میں محوف مَنْ ہے جو تخصیص کے لیے ہے (۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرشتوں کو ارشاد فرمائیں گے۔ اَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ ذَكَرَنِي يَوْمًا رَمَحُوا

جلد ۲ ص ۷۵) کہ جن لوگوں نے مجھے ایک دن بھی یاد کیا انہیں دوزخ سے نکال لو۔ اس حدیث میں بھی حرف مَن ہے۔ لیکن اس سے مراد صرف اہل توحید میں گو کہتے ہی گنہگار ہوں نہ کہ کافر اور مشرک حالانکہ وہ بھی خدا تعالیٰ کا نام تو لیتے ہیں اور بیا اوقات اسے پکارتے بھی ہیں جیسا کہ خداوند قدوس کا ارشاد ہے۔
 فَإِذَا دَخَلُوا فِي الْفُلِّ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ (پ. ۲۔ ۳) کہ مشرکین جب کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو خلوص کے ساتھ اللہ کو پکارتے ہیں۔ تو مندرجہ بالا حدیث میں۔ حرف مَن ہے اور وہ تخصیص کے لیے مستعمل ہوا ہے اس میں تعمیم نہیں ہے کہ متعدی و امام اور ہر نماز اور ہر نمازی کو شامل ہو جیسا کہ فریق ثانی کا زعم ہے۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ طاعون اللہ تعالیٰ کا ایک عذاب ہے رَجُسٌ أُرْسِلَ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ (بخاری جلد ۱ ص ۷۹) جو تم سے پہلے لوگوں پر نازل کیا گیا ہے، اس حدیث میں بھی حرف مَن ہے حالانکہ یہ عذاب صرف بعض مجرم قوموں پر نازل ہوا تھا نہ کہ پیغمبروں اور مومنوں پر العباد باللہ تو یہاں بھی حرف مَن تخصیص کے لیے ہے نہ کہ تعمیم کے لیے۔

(۵) علامہ سید شریف جرجانی تحریر فرماتے ہیں :-

الْمَوْصُولَاتُ لَمْ تَوْضَعْ لِلْعُمُومِ کہ جملہ موصولات (جن میں مَادٌ مِّنْ دَاخِلِ
 بَلْ هِيَ لِلْجِنْسِ تَحْتَمِلُ الْعُمُومَ وَالْخُصُوصَ ہیں) عموم کے لیے موصوع نہیں بلکہ ان میں عموم

(شرح مواقف جلد ۲ ص ۵۵ طبع مصر) اور خصوص دونوں کا احتمال ہو سکتا ہے۔

(۶) امام ابو بکر محمد بن احمد سرخسی (المتوفی ۳۹۰ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ :-

وَمِنْ هَذَا الْقِسْمِ كَلِمَةٌ مَنْ
فَانْهَ كَلِمَةٌ مُنْفَعَةٌ وَهِيَ عِبَارَةٌ
عَنْ ذَاتٍ مَنْ يُعْتَلُّ وَهِيَ تَحْتَمِلُ
الْمَحْضُومَ وَالْعُضُومَ الْخ

اور اسی قسم سے کلمہ مَنْ بھی ہے کیونکہ
یہ ایک مبہم کلمہ ہے اور اس سے مراد وہ ذات
ہے جو عقل والی ہو (مثلاً انسان، جن اور فرشتے)
اور یہ مخصوص اور عموم دونوں کا احتمال رکھتا ہے

(اصول السرخسی جلد ۱ ص ۱۵۵ طبع مصر)

قاری بن کرام :- آپ قرآن کریم صحیح احادیث اور علماء عربیت کی واضح
عبارات سے یہ معلوم کر چکے ہیں کہ حرف مَنْ تعظیم کے لیے نص قطعی نہیں ان
تمام حوالجات سے ثابت ہوتا ہے کہ میر صاحب کا ہر نماز میں لفظ ہر پر اور مبارک پوری
صاحب کا حرف مَنْ پر اپنے استدلال کی بنیاد رکھنا باطل ہے اور اس سے امام و
مقتدی، منفرد اور ہر نمازی مراد لینا صحیح نہیں بلکہ اس سے صرف امام اور صرف
منفرد مراد لینا بھی یقیناً صحیح ہے۔

دوسرا جواب :- جب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حرف مَنْ تعظیم
میں نص قطعی نہیں تو اب دیکھنا یہ ہے کہ مذکورہ بالا حدیث کس کے حق میں ہے
امام اور منفرد کے حق میں یا مقتدی کے حق میں؟ سو اس سے بہتر اور کیا طریقہ ہو
سکتا ہے کہ ہم اس حدیث کے تمام طرق پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالیں شاید کوئی سراغ

مل جلے چنانچہ یہ بات زبان زد خلافت ہے کہ جو بندہ یا بندہ جب ہم نے دیکھا تو اسی حدیث میں یہ زیادت بھی مل گئی لَوْ صَلَّوْهُ فَلَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِقَاتِلِ الْكِتَابِ فَصَابِعًا۔ یعنی جس شخص نے سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کچھ اور نہ پڑھا تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اگر فرقہ ثانی کے نزدیک مقتدی کے لیے سورہ فاتحہ اور فَصَابِعًا اس کے ساتھ اور بھی کچھ پڑھنا جائز ہے تو یہ حکم مقتدی کے لیے ہے ورنہ یہ حکم صرف اور صرف اس شخص کے لیے ہوگا جس کے لیے سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھنا ضروری ہو اور وہ صرف امام اور منفرد ہو سکتا ہے مقتدی ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ فرقہ ثانی کے نزدیک مقتدی کے لیے سورہ فاتحہ کے ساتھ کچھ اور پڑھنا جائز نہیں تو اس زیادت نے یہ بات متعین کر دی ہے کہ حرف من سے مراد صرف امام اور منفرد ہیں اور مقتدی اس حکم سے یقیناً خارج ہے یہ زیادت بطریق امام معمر صحیح مسلم جلد ۱ ص ۱۶۹ ابو عوانہ جلد ۲ ص ۱۲۴ بسند صحیح مروی ہے صحیح مسلم اور ابو عوانہ کی سند کے صحیح ہونے میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔

فَصَابِعًا کی بجائے حضرت ابوسعید خدریؓ سے مَاتِيَسْرَ کی زیادت بھی مرفوع روایت میں مروی ہے (ابوداؤد جلد ۱ ص ۱۸۸ مسند احمد جلد ۳ ص ۴۵ سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۴ اور معرفت علوم الحدیث ص ۹۷) حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ اس کی سند قوی ہے (فتح الباری جلد ۲ ص ۲۰۲)

اور ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ اسنادہ صحیح (تختیص الجبر ص ۸۷) امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ مَا تَيْسَّرُ کی زیادہ بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے (شرح المہذب جلد ۳ ص ۲۲۹) قاضی شوکانیؒ امام ابن سید الناس سے (جو الشیخ العلامة المحدث الحافظ الادیب اور البارع تھے تذکرہ جلد ۲ ص ۲۸۵) نقل کرتے ہیں کہ اسناد صحیح و رجالہ ثقات (نیل الاوطار جلد ۲ ص ۷۱)

نواب صدیق حسن خاں صاحب بھی اس زیادت کی تصحیح کرتے ہیں۔
 (فتح البیان جلد ۳ ص ۴۲) مولانا شمس الحقؒ لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجرؒ امام ابن حبانؒ اور علامہ ابن سید الناسؒ وغیرہ اس کی تصحیح کرتے ہیں (عون المعبود جلد ۱ ص ۳)
 فصاعدًا اور مَا تَيْسَّرُ کے علاوہ ما زاد کی زیادت بھی مروی ہے۔

(مستدرک جلد ۱ ص ۲۳۹ سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۲ جزاء القراءة ص ۱۲ کتاب القراءة ص ۱۱)
 تفسیر ۱ جواب :- جب یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حرف منعموم میں نص قطعی نہیں ہے اور یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ خود اس روایت میں صحیح اسانید کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فصاعدًا وغیرہ کی زیادت بھی مروی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے سورہ فاتحہ کے ساتھ قرآن کریم کے کسی اور حصہ کی قرآنہ کی تو اس کی نماز نہ ہوگی اور گو مقتدی کے لیے سورہ فاتحہ کا پڑھنا اور نہ پڑھنا محل نزاع ہے لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ ما زاد علی الفاتحہ کی قرأت مقتدی کے لیے جائز نہیں ہے اس لیے اس حدیث

کا صحیح مصداق صرف امام اور منفرد ہیں کیونکہ سورۃ فاتحہ کے ساتھ قرآن کریم کے کسی اور حصہ کا پڑھنا صرف امام اور منفرد کے لیے ہی ضروری ہے مقتدی پر اس روایت کے مشتمل نہ ہونے کے لیے فصاحت کی زیادت نہ صرف کافی ہے۔ بلکہ نص صریح ہے اور اس حدیث کا امام پر مشتمل ہونا ایک اتفاقی امر ہے کیونکہ بعض صحابہؓ اور دیگر ائمہؒ حدیث کے بیان سے یہ بات آشکارا ہوتی ہے کہ اس حدیث کا اصلی مصداق صرف منفرد ہے اور ضمنی طور پر امام بھی اس میں داخل ہے لوجود العلة لال مگر مقتدی اس سے بہر حال خارج ہے چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فصاعداً منفرد کے حق میں ہے (ترمذی جلد ۱ ص ۱۷۷) اور حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ حکم منفرد کے حق میں ہے (موطا امام مالک ص ۲۹) حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم منفرد کے لیے ہے (ترمذی جلد ۱ ص ۱۷۷) اور امام اسحاقؒ (المستوفی ص ۱۷۷) فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منفرد کے بارہ میں ہے (بذل المجہود جلد ۲ ص ۵۲)۔

امام موفق الدین ابن قدامہؒ لکھتے ہیں :-

فَمَا حَدِيثُ عِبَادَةِ رَفَا الصَّحِيحِ فَهُوَ
مَحْمُولٌ عَلَى غَيْرِ الْمَأْمُورِ وَكَذَلِكَ
حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ
بِهَرِ عَالِ حَضْرَتِ عِبَادَةِ الْغَاكِ صَحِيحِ حَدِيثِ تَو
وہ محمول ہے غیر مقتدی پر اور اسی طرح
حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث بھی ۔

(معنی ابن قدامہؒ جلد ۱ ص ۱۷۷)

- اور علامہ شمس الدین لکھتے ہیں کہ :-

فَالْحَدِيثُ الْأَوَّلُ الصَّحِيحُ الْمَقْبُولُ
عَلَى غَيْرِ الْمَأْمُومِ وَكَذَلِكَ الْحَدِيثُ
أَبُو هُرَيْرَةَ. (شرح مقنع جلد ۲ ص ۱۲)

پہلی حدیث جو صحیح ہے وہ مقتدی کے

بارے میں نہیں ہے اور اسی طرح حضرت

ابو ہریرہؓ کی حدیث بھی مقتدی کو شامل نہیں ہے

فَصَاعِدًا - مَا تَسْتَرُّ اور مَازَاد کی زیادت کے پیش نظر ان اکابر کا یہ ارشاد
سوفی صدی صحیح ہے جس میں شک نہیں ہو سکتا لہذا اس روایت سے مقتدی پر
سورہ فاتحہ کے لازم ہونے پر استدلال کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔

چوتھا جواب :- جمہور اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص
رکوع کی حالت میں امام کے ساتھ نماز میں شریک ہوا ہو تو اگرچہ اس نے سورہ فاتحہ
نہیں پڑھی اور نہ امام سے سنی ہے لیکن اس کی وہ رکعت صحیح ہو جاتی ہے چنانچہ
امام شافعیؒ نے اس رکعت کے صحیح ہونے کی تصریح کی ہے (کتاب الام جلد ۱ ص ۸۷)
اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ جس نے امام کے ساتھ رکوع پالیا تو اس کی
وہ رکعت ہو گئی (منہاج السنۃ جلد ۱ ص ۵۱) امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ جو شخص امام کو
رکوع میں پالے اس کی وہ رکعت سورہ فاتحہ پڑھے بغیر بھی جائز ہے (شرح
مسلم ص ۱۳۵) حافظ ابن عبد البرؒ لکھتے ہیں کہ جمہور فقہاء کا اس بات پر کلی اتفاق ہے
کہ جس شخص نے امام کو رکوع میں پالیا ہو اور سورہ فاتحہ نہ پڑھی ہو تو اس کی وہ
رکعت اور نماز صحیح ہے امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام ابو ثورؒ، امام

احمد بن حنبلؒ، امام اوزاعیؒ و دیگر متعدد ائمہ کا یہی مسلک ہے اور صحابہ کرامؓ میں سے حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابن عمرؓ کا بھی یہی مسلک ہے نواب صدیق حسن خاں صاحب لکھتے ہیں کہ جمہور کا یہی مسلک ہے کہ جس نے امام کو رکوع کی حالت میں پالیا ہو تو اس کی وہ رکعت صحیح ہے۔

(دلیل الطالب ص ۲۴۲) مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادیؒ لکھتے ہیں کہ قاضی شوکانیؒ نے پہلے ذیل الاوطار جلد ۲ ص ۲۲۶ میں (یہ لکھا تھا کہ مد رکوع کی وہ رکعت شمار نہ ہوگی لیکن بعد کو جمہور کے مسلک کی طرف رجوع کر لیا تھا چنانچہ انہوں نے اپنے فتاویٰ فسح الربانی میں اس کی تصریح کی ہے کہ امام کے ساتھ رکوع میں مل جانے والے کی وہ رکعت بالکل صحیح ہے دعون المعبود جلد ۱ ص ۳۳) مبارکپوری صاحب (حدیث من صلی رکعة لم یقرأ فیہا الحدیث کی تحقیق میں) لکھتے ہیں کہ اس سے وہ رکعت مراد ہو سکتی ہے جس میں مقتدی نے امام کو بحالت رکوع پالیا ہو اور خود قرأت نہ کی اس کی وہ رکعت جائز اور صحیح ہوگی (تحفة الاحوذی ج ۱ ص ۲۶۱)

حضرات! نظر انصاف کے ساتھ آپ ایک طرف محدثین کرام کی ان تصریحات کو ملاحظہ فرمائیں اور دوسری طرف یہ دعوے دیکھیں کہ تمام محدثین بالاتفاق اس حدیث کو ہر نماز اور ہر نمازی پر شامل کہتے ہیں اور یہ کہ جو شخص امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز کا لعدم ہے ناقص ہے بیکار ہے اور باطل ہے اور غور فرمائیے کہ یہ دعویٰ کس حد تک مبینی برانصاف ہے۔

پانچواں جواب :- اگر فریق ثانی اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ حضرت عبادہؓ بن صامت کی یہ روایت مقتدی کے حق میں ہے تو ان کو چاہیے کہ امام کے پیچھے جہر سے قرأت کیا کریں کیونکہ حضرت عبادہؓ جہر سے قرأت کیا کرتے تھے چنانچہ امیر یامانیؓ (حدیث وَلَا تَقْرُؤُا الْبَشِيْئِیِّ مِّنَ الْقُرْآنِ اِذَا جَهِرْتُمْ اِلَّا بِأَمْرِ الْقُرْآنِ) کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ :-

وَهَذَا عِبَادَةُ رَاوِی الْحَدِیْثِ قَرَأَ بِهَا جَهْرًا خَلْفَ اِمَامٍ لَا نَسَہُ فِیْهِمْ مِّنْ کَلَامِهِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ یَقْرَأُ بِهَا خَلْفَ اِمَامٍ جَهْرًا وَاِنْ نَازَعَهُ۔
 حضرت عبادہؓ نے جو اس روایت کے راوی ہیں امام کے پیچھے بلند آواز سے سورہ فاتحہ پڑھی اس لیے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد سے یہی سمجھا تھا کہ امام کے پیچھے بلند آواز سے فاتحہ پڑھی جاسکتی ہے اگرچہ امام کے ساتھ منازعت ہی کیوں ہو۔

(رسل السلام جلد ۱ ص ۲۴۶)

یہ روایت فریق ثانی کے نزدیک صحیح ہے اور یہ معنی بھی ایک غیر مقلد عالم نے بیان کیا ہے اس لیے ان کو امام کے پیچھے خوب زور و شور سے ام القرآن کی قرأت کرنی چاہیے اگرچہ کھلے طور پر منازعت اور مخالفت بھی ہوتی ہے اگر حضرت عبادہؓ کی اس روایت پر ان کا عمل نہیں ہے اور ترک جہر کرتے ہوئے بھی ان کی نماز جائز اور صحیح ہے اور ان کے اہل حدیث ہونے میں کوئی شک نہیں تو دوسرے یہ انوکھا مطالبہ کیسے صحیح ہے؟ اور ان کی نماز کیوں کا عدم، ناقص، بیکار اور باطل ہے؟

غلطی سے ترک کر دیا ہے چنانچہ حافظ ابو عمر بن عبد البرؒ لکھتے ہیں کہ

الْعَلَامَةُ لَيْسَ بِالْمُتَيْنِ عِنْدَهُمْ
وَقَدْ انْفَرَدَ بِهَذَا الْحَدِيثِ لَيْسَ
يُوحَدُ إِلَّا لَهُ وَلَا تَرَوِي الْفَاطِمَةُ عَنْ
أَحَدٍ سِوَاهُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ
علامہ ابن عبد الرحمنؒ محدثین کے نزدیک چندال
قابل اعتبار نہیں اور وہ اس حدیث کو بیان
کرنے میں متفق ہیں ان کے بغیر کسی اور سے
یہ الفاظ مروی نہیں۔

(کتاب الانصاف ص ۱۱۰)

علامہ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ امام ابن معینؒ نے فرمایا کہ لَيْسَ
حَدِيثُهُ بِمُحْتَجٍّ کہ علامہ ابن عبد الرحمنؒ کی حدیث حجت نہیں ہو سکتی ابن عدیؒ
ان کو لَيْسَ بِالْقَرِي كہتے ہیں ابو حاتمؒ کا بیان ہے کہ ان کی بعض حدیثیں منکر
ہوتی ہیں، ابو زرعةؒ کا بیان ہے کہ وہ کوئی زیادہ قوی نہ تھے امام ابو داؤدؒ فرماتے
ہیں کہ محدثین نے ان کی صیام شعبان کی حدیث، ان کے مناکیر میں شامل کی ہے
محدث خلیلیؒ کا بیان ہے کہ ان کی ایسی روایتیں بھی ہیں جن میں ان کا کوئی متابع
نہیں دیکھئے کتاب الانصاف ص ۱۱۰ میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۲۱۲ اور تہذیب التہذیب
جلد ۸ ص ۱۸۶ اصل روایت یوں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے :-

كُلُّ صَلَاةٍ لَا يَقْرَأُ فِيهَا بِأَمِّ الْكِتَابِ
فَهِیَ خِدَاجٌ إِلَّا صَلَاةٌ خَافَ الْإِمَامُ
کہ ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی
جائے وہ ناقص ہے مگر امام کے پیچھے پڑھی

(کتاب القراءة ص ۱۳۵) جانے والی نماز اس سے مستثنیٰ ہے

علامہ ابن عبد الرحمنؒ کے بارہ میں محدثین کی تصریحات اور اصلی روایت میں
 اَلْخَلْفُ الْاُمَامِ کی زیادت کے بعد یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے
 کہ علامہ ابن عبد الرحمنؒ نے غلطی سے اس زیادہ کو ترک کر دیا ہے اور امام بیہقیؒ کا یہ
 اعتراض چنداں وقعت نہیں رکھتا، اصل روایت میں یہ زیادہ موجود نہیں جیسا کہ
 خالد بن عبد الرحمنؒ نے نقل کیا ہے یہ زیادہ خالد بن عبد اللہ الطحانؒ نے غلطی سے
 روایت کے ساتھ ملا دی ہے (کتاب القراءة ص ۱۳۵) محصلہ کہ چونکہ خالد بن عبد اللہ الطحانؒ
 بالاتفاق ثقہ اور ثبوت ہیں جیسا کہ امام احمد بن سعدؒ، ابو ذر عہؒ، اور امام نسائیؒ نے
 ان کو ثقہ لکھا ہے ابو حاتم ان کو ثقہ اور صحیح الحدیث لکھتے ہیں امام ترمذیؒ ان کو
 ثقہ اور حافظ کہتے ہیں محمد بن عمار ان کو اثبت لکھتے ہیں ابن حبان نے ان کو ثقہ
 میں لکھا ہے (دیکھئے تہذیب التہذیب جلد ۳ ص ۱۰۱) امام احمد ان کو مست
 افاضل المسلمین کہتے ہیں (بغدادی جلد ۸ ص ۲۹۴) علامہ ذہبیؒ ان کو حافظ
 اور الامام لکھتے ہیں (تذکرہ جلد ۲ ص ۲۳۹) اور ثقہ اور ثبوت کی زیادت بالاتفاق
 مقبول ہوتی ہے اس لیے ان پر روایت کے ساتھ اپنی طرف سے زیادت ملا دینے کا الزام
 کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا ہاں یہ بات یقیناً قابل تسلیم ہو سکتی ہے کہ علامہ
 ابن عبد الرحمنؒ نے یہ زیادہ غلطی سے ترک کر دی ہو کیونکہ کتب بحال میں ان پر جرح
 اور کلام کا ثبوت ملتا ہے جیسا کہ ہم نے پہلے نقل کیا ہے اور کمزور راوی کی حدیث

کی وجہ سے ثقہ کی روایت رد نہیں کی جاسکتی۔

تفسیر جواب :- لفظ خداج اور غیر تمام رکنیت کو نہیں چاہتا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِقَامَةُ الصَّيْفِ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ (بخاری جلد ۱) کہ صیف کا درست کرنا نماز کے اتمام میں داخل ہے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ فَإِنْ تَسْوِيَةُ الصُّفُوفِ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ (مسلم جلد ۱ ص ۸۳) و مسند احمد جلد ۳ ص ۱) بلا شک صفوں کا درست کرنا (تمام صلوٰۃ میں داخل ہے یہ ٹھیک ہے کہ صفوں کی درستگی کا بڑا اہتمام کیا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس کا خاص خیال فرماتے تھے لیکن تسویۃ صفوف آخر رکن صلوٰۃ تو ہیں کہ اس کے بغیر مطلقاً نماز ہی نہ ہوتی ہو۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو جس نے آپ سے پہلے رکوع سے سر اٹھالیا تھا فرمایا اِنْقُضَا خِدَاجِ الصَّلَاةِ (مسند احمد جلد ۲ ص ۱۱۱) کہ تم ناقص نماز اور خداج اسے بچو، اس حدیث میں غیر رکن پر لفظ خداج کا اطلاق ہوا ہے۔

چوتھا جواب :- امام موفق الدین ابن قدامہ اور علامہ شمس الدین کے حوالہ سے پہلے ہم یہ نقل کر چکے ہیں کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ کی روایت کی طرح حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ روایت بھی منقولہ کے حق میں ہے اس روایت کا مقتدی کے ساتھ تعلق نہیں ہے اور نہ اس کا مصداق مقتدی ہے۔

پانچواں جواب :- قِرَاءَةُ فِي النَّفْسِ کے معنی عربی قواعد کے لحاظ سے

زبان کے ساتھ آہستہ پڑھنے کے علاوہ دل ہی دل میں تذبذب اور غور کرنے کے بھی آتے ہیں چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اِذَا قَرَأْتَهَا فِي نَفْسِكَ كَذِبٌ يَكُتَبُهَا (نہایتہ جلد ۲ ص ۲۱۷) یعنی جب تم دل میں پڑھتے ہو تو کراہا کا نہیں اس کو نہیں لکھتے۔ دل میں پڑھنے کا مطلب جسے کراہا کا تبین بھی نہ لکھیں غور کرنے اور تذبذب کرنے کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ اسی طرح حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب تم میں کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور شیطان اس کے دل میں وسوسہ ڈالے کہ تمہارا وضو ٹوٹ چکا ہے تو محض اس وسوسہ کی بنا پر نماز نہ چھوڑ دے۔ بلکہ یہ کہہ دے کہ كَذِبٌ يَكُتَبُ یعنی اے شیطان تو جھوٹ کتا ہے مگر یہ کہنا فی نَفْسِكَ ہو جیسا کہ امام ابن حبانؒ نے اپنے صحیح میں نقل کیا ہے (مبلوغ المرام ص ۸) سوچئے کہ بحالت نماز شیطان کو کہنا کہ تم جھوٹ بکتے ہو میرا وضو نہیں ٹوٹا بغیر تذبذب اور غور و فکر کے اور کیا ہو سکتا ہے؟

چھٹا جواب :- فی نَفْسِكَ کے معنی اکیلے اور منفرد کے بھی آتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے وَقَدْ لَهْمُكَ فِي نَفْسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا۔ (پہلے نسا) اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ان میں سے ہر ایک ایک اور اکیلے اکیلے کو انتہائی بلیغ بات کہ دیجئے اس آیت میں فی نَفْسِكَ کا معنی امام عربیت علامہ زمریؒ نے تفسیر کشاف جلد ۲ ص ۳۷۳ میں اور امام رازیؒ نے تفسیر کبیر جلد ۲

ص ۲۷ میں اور متعدد دیگر مفسرین کرام نے جن میں قاضی بیضاوی صاحب روض المعانی وغیرہ شامل ہیں یہی معنی کیا ہے اور اسی طرح کا معنی حضرت ابن عباسؓ سے بھی منقول ہے (فتح الملہم جلد ۲ ص ۲۸)

ایک حدیث قدسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خداوند قدوس سے روایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ :-

فَإِنْ ذَكَرْتَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتَنِي
فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرْتَنِي فِي مَلَأٍ ذَكَرْتَنِي
فِي مَلَأٍ خَيْرٌ مِنْهُمْ الْحَدِيث -
جب میرا کوئی بندہ تنہائی میں مجھے یاد کرتا
ہے تو میں بھی اس کو تنہائی میں یاد کرتا ہوں
اور جب مجھے وہ کسی جماعت میں یاد کرتا ہے
تو میں بھی اس جماعت سے بہتر جماعت
میں اس کو یاد کرتا ہوں۔

بخاری جلد ۲ ص ۱۰۱ و مسلم جلد ۲ ص ۲۹۳ و

مسند احمد جلد ۳ ص ۱۲۸

اس حدیث میں فی نفسہ تنہا اور اکیلے کے معنی میں ہے کیونکہ اس کا مقابل فی ملاء (جماعت) سے کیا گیا ہے۔

تفسیری روایت :- محمد بن اسحاق - مکحول سے روایت کرتے ہیں وہ محمود بن

ربیع سے اور وہ حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے اور وہ فرماتے ہیں کہ :-

كُنَّا خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ فَخَرَّ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ہم صبح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قراۃ کر رہے تھے آپ

فَثَقُلْتُ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةَ فَلَمَّا فَرَغَ
 قَالَ لَعَلَّكُمْ تَقْرَأُونَ خَلَفَ إِمَامُكُمْ
 قُلْنَا نَعَمْ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَفْعَلُوا إِلَّا بِمَنْحَةِ
 الْكِتَابِ فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ
 يَقْرَأْ بِهَا (ابوداؤد جلد ۱ ص ۱۱۹ ترمذی جلد
 ۴ دارقطنی ص ۱۲، مسند رک جلد ۲ ص ۲۳۸
 خبر القراءۃ ص ۱۴ کتاب القراءۃ ص ۳۶
 سنن الکبری جلد ۲ ص ۱۶۲)

پر قراءۃ ثقیل ہو گئی جب نماز سے فارغ
 ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ شاید تم امام کے پیچھے
 قراءۃ کرتے ہو؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جی ہاں ہم جلدی جلدی
 پڑھتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ صرف سورۃ فاتحہ
 پڑھا کر دیکھو کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی
 اور کچھ بھی نہ پڑھو۔

نسائی میں اس روایت کی سند یوں ہے عَنْ نَافِعِ بْنِ مَحْمُودٍ بْنِ رَبِيعٍ
 عَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ نَسَائِيٍّ جَدِّهِ اصْلًا اور ابوداؤد جلد ۱ ص ۱۱۹ کی ایک سند
 یوں ہے عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ نَافِعِ بْنِ مَحْمُودٍ بْنِ رَبِيعٍ الخ نیز دارقطنی جلد ۲ ص ۱۲ میں
 بھی اسی طرح ہے۔

پہلا جواب :- فرق ثانی کا اس روایت سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے اور
 چونکہ یہ روایت ان کے دعوے کے لیے صریح دلیل ہے کیونکہ اس میں خلف الامام
 اور سورۃ فاتحہ کی خاص قید موجود ہے اور شاید اسی صریح روایت کے سہارے
 پر انہوں نے تمام دنیا کے احناف کو خلیج کیا ہے اور غالباً ان کا یہ دعویٰ

کہ جو شخص امام کے پیچھے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز کا عدم بیکار ناقص اور باطل ہے (بلفظہ) اس حدیث اور اس مضمون کی دوسری حدیثوں پر مبنی ہے اس لیے ہمیں بھی اس حدیث پر قدرے تفصیل سے بحث کرنے کی ضرورت ہے۔

پہلا جواب :- اس روایت کا ایک راوی محمد بن اسحاق ہے گو وہ تابع اور معاذی کا امام سمجھا جاتا ہے لیکن محدثین اور ارباب جرح و تعدیل کا تقریباً پچانو فیصدی گروہ اس بات پر متفق ہے کہ روایت حدیث میں اور خاص طور پر سنن اور احکام میں ان کی روایت کسی طرح بھی حجت نہیں ہو سکتی اور اس لحاظ سے ان کی روایت کا وجود اور عدم بالکل برابر ہے تصریحات ملاحظہ فرمائیں۔

امام نسائی فرماتے ہیں کہ قوی نہیں ہے (ضعفاء صغیر ۵۳) ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے (کتاب العلل جلد ۱ ص ۴۳) ابن نمیر کہتے ہیں کہ وہ مجہول روایت سے باطل روایات نقل کرتا ہے (بغدادی جلد ۱ ص ۲۲۷) وار قطنی کہتے ہیں کہ اس سے احتجاج صحیح نہیں (بغدادی جلد ۱ ص ۳۳۶) سلیمان تیمی کہتے ہیں کہ وہ کذاب ہے امام المجرح والتعدیل یحیی القطان کہتے ہیں کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ کذاب ہے (میزان جلد ۳ ص ۲) و ہیب بن خالد اس کو جھوٹا اور کاذب کہتے ہیں (فہرست التہذیب جلد ۹ ص ۵۵) امام مالک فرماتے ہیں کہ وہ دیالوں میں سے ایک دیال تھا (میزان جلد ۳ ص ۲) نیز امام مالک نے اسے کذاب کہا ہے (بغدادی جلد ۲ ص ۲۳۲)

جریر بن عبد الحمید کا بیان ہے کہ میرا یہ خیال نہ تھا کہ میں اس زمانے تک زندہ رہوں گا جس زمانے میں لوگ محمد بن اسحاق سے احادیث کی سماعت کریں گے (تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۳۶) البوزرعہ کا بیان ہے کہ کھلا ابن اسحاق کے بارہ میں بھی کوئی صحیح نظریہ قائم کیا جاسکتا ہے؛ وہ تو محض اسے (توجیہ النظر ص ۲۸) وجوہ النسخ جلد ۱ ص ۱۵۵) عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد امام احمد بن حنبلؒ لَمْ یَكُنْ یُحْتَمِہُ فِی السُّنَنِ۔

(بخاری جلد ۲۳ تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۱۱۱) سنن اور احکام میں وہ ان کے احتجاج نہیں کرتے تھے۔ حنبل ابن اسحاقؒ کا بیان ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ابن اسحاقؒ یسبح جتہ یعنی ابن اسحاقؒ حجت نہیں ہے (بخاری جلد ۲۳ و تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۱۱۱) الیوب بن اسحاقؒ کا بیان ہے کہ میں نے احمد سے دریافت کیا کہ ابن اسحاقؒ جب کسی حدیث کے بیان کرنے میں متغزو ہو تو اس کی حدیث حجت ہوگی؟ قَالَ لَا وَاللّٰہ (بخاری جلد ۲۳) بخدا ہرگز نہیں۔

ابن ابی حثیمہؒ کا بیان ہے کہ ابن معینؒ نے اس کو یسبذاک ضعیف اور یسبب لغوی کہا ہے۔ میمونؒ کا بیان ہے کہ ابن معینؒ نے اس کو ضعیف کہا ہے (بخاری جلد ۲۳ و تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۱۱۱) علی بن مدینیؒ کا بیان ہے کہ لَمْ یَضَعِفْہُ عِندَیْ اِلَّا رَوَایَۃُ عَنْ اَہْلِ الْکِتَابِ۔ میرے نزدیک ابن اسحاقؒ صرف اس وجہ سے ضعیف ہے کہ وہ یہود اور نصاریٰ سے روایتیں لے لے کر بیان کرتا ہے! دوسرا جواب ۱۔ اس روایت میں ایک راوی مکیول بھی ہیں جو کہ معیاری

ثقة نہ ہونے کے علاوہ مدلس بھی ہیں چنانچہ امام حاکمؒ لکھتے ہیں اِنَّ عَامَّةَ حَدِيثِ
 مَكْحُولٍ عَنِ الصَّحَابَةِ حَوَالَهُ (معرفت علوم الحدیث ص ۱۱۱) کہ مکحول کی صحابہ کرامؓ
 سے اکثر حدیثیں صرف تدلیس و ارسال کے حوالہ نظر ہیں۔ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ
 مکحول حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت عبادہ بن الصامتؓ، حضرت عائشہؓ اور
 دیگر صحابہؓ سے تدلیس کرتے تھے (تذکرہ جلد ۱ ص ۱۱۱) علامہ ابن سعدؒ فرماتے ہیں،
 محدثین کی ایک جماعت نے مکحول کی تضعیف کی ہے اور مکحول صاحب تدلیس بھی
 تھے (میزان جلد ۳ ص ۱۹۵) حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ مکحول نے دیگر صحابہؓ سے عموماً
 اور حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے خصوصاً کوئی روایت نہیں سنی وہ محض تدلیس
 سے کام لیتے تھے (تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۲۹۲) امام ابو حاتمؒ کہتے ہیں کہ وہ
 ليس بآمئتين، چندان قابل اعتبار نہ تھے اور باوجود اس کے مدلس بھی تھے۔
 (قانون الموضوعات ص ۲۹۸) مبارکپوری صاحب بھی ان کو مدلس لکھتے ہیں۔
 (ابکار المنہج ص ۱۱) نواب صدیق حسن خاں صاحبؒ لکھتے ہیں ومن اقسام
 الضعيف المدلس، یعنی مدلس روایت ضعیف روایتوں میں شمار ہوتی ہے۔
 (دلیل الطالب ص ۸۸۲) اور مبارکپوری صاحبؒ لکھتے ہیں وَعَنْهُ الْمُدْلِسُ
 غَيْرُ مَقْبُولٍ (ابکار المنہج ص ۲۲۵)

اور دوسرے مقام میں لکھتے ہیں کہ مدلس کا عنعنہ مقبول نہیں (تحقیق الکلام
 جلد ۲ ص ۱) اور یہ بھی مست بھولے کہ کسی قابل اعتبار سندؒ مکحول کی محمود بن زیدؒ سے

سماعت اور تحدیث ثابت نہیں (ربغیۃ الملعی جلد ۲ ص ۱۲)

تفسیر جواب :- امام نسائی کی سند میں جو نافع بن محمود میں ان کی حدیث معلول ہے چنانچہ علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ نافع بن محمود سے خلف الملک کی روایت کے علاوہ اور کوئی روایت مروی نہیں ہے۔ ابن حبان ان کو ثقات میں لکھتے ہیں اور یہ تصریح کرتے ہیں کہ حدیثہ معلل کہ اس کی حدیث معلول ہے (میزان جلد ۲ ص ۲۲) اور وہ مجہول بھی ہیں چنانچہ امام طحاوی لکھتے ہیں کہ وہ مجہول ہے (الجواہر النقی جلد ۲ ص ۱۶۵) حافظ البیہقی لکھتے ہیں کہ وہ مجہول ہے (تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۱۵۱) شیخ الاسلام موفق الدین ابن قدامہ لکھتے ہیں (یسر المعروف) کہ وہ مجہول ہے (معنی لابن قدامہ جلد ۱ ص ۶۷) حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ وہ مستور ہے (تقریب ص ۳۷) محقق نیموی اس کا مجہول ہونا نقل کرتے ہیں (تحلیق الحسن ص ۷۱) نافع کے مجہول ہونے کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت پیش کیا جاسکتا ہے؟

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہرگز ہمیں اس بات کا مکلف نہیں ٹھہرایا کہ ہم اپنا دین مجہول اور غیر معروف راولوں سے اخذ کریں (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۲) چونکہ جواب :- یہ روایت مرفوع نہیں بلکہ خلف الامام کی قید کے ساتھ یہ موقوف ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے لکھا ہے۔ وَضَعْفُهُ ثَابِتٌ بِوُجُوهِ قَدَامًا هُوَ قَوْلُ عِبَادَةِ بْنِ الصَّامِتِ (تنویر العیادات ص ۱۶)

یعنی یہ حدیث کئی وجوہ سے ضعیف اور معلول ہے اور یہ مرفوع بھی نہیں بلکہ حضرت عبادۃ کا قول ہے اور دو سکر مقام میں لکھتے ہیں کہ :-

وَهَذَا الْحَدِيثُ مُعَلَّلٌ عَنْ أُمِّهِ
الْحَدِيثِ كَأَحْمَدَ وَغَيْرِهِ مِنَ الْأَثَمَةِ
وَقَدْ بَسَطَ الْكَلَامَ عَلَى ضَعْفِهِ فِي
غَيْرِ هَذَا الْمَوْضِعِ وَبَيَّنَّ أَنَّ الْحَدِيثَ
الصَّحِيحَ قَوْلُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَا صَلَاةَ إِلَّا بِأَمْرِ الْقَدَّانِ فَهَذَا
هُوَ الَّذِي أَخْرَجَاهُ فِي الصَّحِيحِ وَمَدَاهُ
الزُّهْرِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ رَيْغٍ عَنْ
عِبَادَةَ أَمَّا الْحَدِيثُ فَقُلْتُ فِيهِ بَعْضُ
السَّامِيِّينَ وَأَصْنَعُهُ أَنَّ عِبَادَةَ رَضِيَ
كَانَ يَوْمًا فِي بَيْتِ الْمُقَدَّسِ فَقَالَ
هَذَا فَاسْتَبَدَّ عَلَيْهِمُ الْمَوْفُوعُ
بِالْمَرْقُوفِ عَلَى عِبَادَةِ بْنِ الصَّامِتِ
الْمَوْفُوعِ لَا بِنِ تَيْمِيَّةٍ جِلْدًا مِنْهَا

اس حدیث کو امام احمد بن حنبل و غیر ائمہ
حدیث نے معلول قرار دیا ہے اور کسی دوسرے مقام
میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ اس کا ضعف
بیان کیا گیا ہے اور اس کی وضاحت ہو گئی
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح
حدیث جو بخاری اور مسلم میں ہے اور جسے
امام زہری نے محمود بن ربیع کے طریق سے
حضرت عبادۃ سے روایت کیا ہے وہ صرف
یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی
رہی یہ حدیث جس میں خلف الامام کی زیادت
ہے تو اس میں بعض شامی راویوں کی غلطی شامل
ہے وہ یہ کہ حضرت عبادۃ نے ایک دن بیت المقدس
میں یہ حدیث بیان کی اور اپنا قول بھی خلف الامام
کی قید والا انہوں نے بیان کیا پس راویوں پر
مرفوع حدیث اور موقوف قول مشتبہ اور غلط ملکہ

شیخ الاسلامؒ کی یہ عبارت نص صریح ہے کہ کمزور ضعیف اور بیس بالمیتین قسم کے راویوں نے حضرت عبادہؓ کے موقوف قول کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع حدیث میں ملا دیا ہے حالانکہ مرفوع حدیث میں خلف الامام کا ذکر تک نہیں ہے اور گزر چکا ہے کہ وہ حدیث امام اور منقول کے حق میں ہے کیونکہ اس میں فصحاء کی زیادت بھی ہے۔

چوتھی روایت :- امام بیہقیؒ نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ محمد بن ابی عائشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : لَعَلَّكُمْ تَقْرَءُونَ وَالْإِمَامُ يَقْرَأُ قَالُوا إِنَّا لَنَفْعَلُ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوا إِلَّا أَنْ يُقْرَأَ أَحَدُكُمْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ رَسَنُ الْكِبْرِيِّ جلد ۱ ص ۱۶۸) کہ شاید تم اس وقت قرآنہ کیا کرتے ہو جس وقت امام قرآنہ کر رہا ہوتا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ ہم قرآنہ کیا کرتے ہیں، آپ نے فرمایا قرآنہ نہ کیا کرو ہاں مگر سورہ فاتحہ کی قرآنہ کر لیا کرو۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں ہذا اسناد جیدہ اس کی سند جید کھری اور عمدہ ہے۔

الجواب :- نہ معلوم بیہقیؒ نے سند کو کس طرح جید کہ دیا ہے حالانکہ اس سند میں ابراہیم بن ابی اللیث ہے جس کے متعلق صانع جزرہؒ کہتے ہیں کہ وہ بیس برس تک بھوٹ کہتا رہا ہے ابن معینؒ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ اور احمق تھا ساجیؒ انکو متروک کہتے ہیں ابن معینؒ نے بعد میں اسے کذاب اور خبیث کہا سب سے پہلے اس

کے جھوٹ کی حقیقت دورقی نے واضح کی تھی، یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے پہلے اس سے روایتیں لکھی تھیں مگر پھر سب نے اسے ترک کر دیا تھا اس میں اتنی جرأت بڑھ گئی تھی کہ وہ جعلی اور موضوع حدیثیں بیان کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا تھا امام نسائی کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے ابن سعد کہتے ہیں کہ حدیث میں وہ ضعیف سمجھا جاتا ہے (لسان المیزان جلد ۱۲ ص ۹۴) علامہ خطیب لکھتے ہیں کہ ابن معین نے پہلے اس کی توثیق کی تھی لیکن بعد کو جب تحقیق کر لی تو اس کی انتہائی مذمت کی حتیٰ کہ اسے کذاب اور خبیث تک کہا اور فرمایا کہ خدا اس کا ستیاناس کئے حدیث میں جھوٹ بولتا ہے۔ امام احمد بن حنبل اور علی بن المدینی پر ابتداء اس کا معاملہ مشکل رہا لیکن بعد میں جب اس کا جھوٹ واضح ہو گیا تو انہوں نے اس کی روایت کو بالکل ترک کر دیا۔ (بغوی جلد ۱ ص ۱۹۶ تا ۱۹۷) یہ ہے امام بیہقی کی اسناد جید؟

اس کے علاوہ اور بھی بعض مرفوع روایتیں فریق ثانی نے اپنے استدلال میں پیش کی ہیں لیکن ان میں اکثر روایات سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں اور جو قدرے قوی ہیں ان سے بھی قرآنہ خلف الامام کے مسئلہ پر فریق ثانی کا احتجاج درست نہیں ہے کیونکہ بعض میں سورہ فاتحہ کے علاوہ کسی اور سورت اور زیادت کا ذکر بھی ہے جس کا فریق ثانی قائل نہیں ہے اور بعض میں درایتی اعتبار سے خامی ہے اس کی تشریح احسن الکلام میں ملاحظہ فرمائیں۔

آثار صحابہ کرامؓ، فریق ثانی نے صحابہ کرامؓ کے بعض آثار سے بھی قرأت خلف الامام

کے مسئلہ پر استدلال کیسے ہے لیکن اصولاً ان کو ان سے استدلال کا حق نہیں پہنچتا کیونکہ ان کا قاعدہ یہ ہے کہ درموقوفات صحابہؓ بحت غیرت اگرچہ بصحت رسیدہ بایں مہمان میں بھی اکثر آثار سنداً صحیح نہیں ہیں، حضرات صحابہ کرامؓ میں قرأت خلف الامام کے قائل حضرت عبادۃ بن الصامتؓ ہی معلوم ہوتے ہیں چنانچہ امام بیہقیؒ لکھتے ہیں کہ جو لوگ امام کے پیچھے جہری نمازوں میں قرأت کے قائل نہ تھے انہوں نے حضرت عبادہؓ کی جہری نمازوں میں قرأت پر تعجب کا اظہار کیا اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ آنحضرت ﷺ نے جب یہ فرمایا کہ میرے ساتھ قرآن میں منازعت کیوں کی جا رہی ہے؟ تو اس کے بعد آپؐ نے آہستہ سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا اور آپؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہ ہوگی یہ استثنا صرف عبادہ بن الصامتؓ نے سنی اور دیگر صحابہ کرامؓ نہ سن سکے اور اس کو حضرت عبادہؓ نے خوب یاد کیا اور اس کو یاد کیا سو ان کی طرف رجوع کرنا ضروری تھوڑا کتاب القراءۃ مکمل صحابہ کرامؓ کو جس قدر نماز اور جماعت کا شوق تھا وہ اور کس کو ہو سکتا ہے؟ اور آنحضرت ﷺ نے بھی جو حکم بیان کیا وہ کھول کر بیان کیا مگر تعجب ہے کہ سو فائدہ پڑھنے کا حکم آپؐ نے آہستہ بیان کیا اور یہ حکم صرف حضرت عبادہؓ نے سنا اور دیگر صحابہ کرامؓ نہ سن سکے کیوں؟ اس لیے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم ضروری نہ تھا اور ورنہ رازداری کا کوئی معنی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو سنت صحیحہ پر چلنے کی توفیق بخشنے آمین۔۔۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى خَيْرِ خَلْقٍ مُّحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَلَّى۔